:\Users\Rashid\Desktop\3
copy.jpg not found.

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا مصطفیٰ کریم دسنویؒ
■ سیر الصالحین
■ جانوروں کے حقوق اوران کے احکام
■ کرناٹک کے انتخابی منظرنامے
■ ہندوستان؛ مسلمانوں پر تنگ ہوتا عرصۂ حیات
■ اخبار جہاں، طب وصحت ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 4 مورخہ ۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۲؍جنوری ۲۰۱۸ء روز سوموار

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

کہانی جاری ہے

وقت کی رفتار کو کون روک سکتا ہے، تقریباً سترہ سال پہلے، تاریخ تھی ۲۶؍نومبر ۲۰۰۵ء، سہراب الدین، انور حسین شیخ اور کوثر بی مبینہ فرضی تصادم میں مارے گئے، اس فرضی تصادم کا چشم دید گواہ تھا تلسی رام پرجاپتی، اس کی زندگی کو پھانسی تک پہونچادیتی، اس لیے وہ بھی ایک مڈبھیڑ میں مارا جاتا ہے، الزام گجرات کے اس وقت کے وزیر داخلہ امیت شاہ کے سر جاتا ہے، انہیں جیل میں ڈال دیا جاتا ہے، وہ امیت شاہ، جو ان دنوں بی جے پی کے صدر اور وزیر اعظم حکومت ہند کے دست وبازو ہیں، معاملہ ہائی پروفائل کا ہے، اس لیے جانچ تیزی سے شروع ہوتی ہے، سپریم کورٹ کی نگرانی میں جانچ چلتی ہے، عدالت کا حکم آتا ہے کہ امیت شاہ کو ریاست بدر کردیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوتی ہے، معاملہ سی بی آئی کی عدالت میں جاتا ہے، اسپیشل جج جے ٹی اتیت امیت شاہ کو طلب کرتے ہیں، ان کے وکیل ان کی حاضری عدالت میں نہ ہو، اس کی چھوٹ مانگتے ہیں، جج اس پر ناراضگی جتاتے ہیں، اگلے ہفتے جج کا تبادلہ پونے ہوجاتا ہے، مقدمہ سنوائی کے لیے سی بی آئی جج برج گوپال ہرکشن لویا کے پاس آتا ہے، اوران کی سنوائی کے دوران دسمبر ۲۰۱۴ء میں حیرت انگیز طور پر موت ہوجاتی ہے۔ جج کی لاش بغیر کسی اعزاز واکرام کے ان کے گاؤں پہونچادی جاتی ہے اور خاموشی سے ان کی آخری رسومات ادا کردی جاتی ہیں، بیٹے، بھائی اور چچا وغیرہ کو یہ موت عجیب سی لگتی ہے، تفتیش کا مطالبہ ہوتا ہے، جسٹس لویا کی جگہ سی بی آئی جج ایم ٹی گوسوامی کا تقرر ہوتا ہے، وہ تمام الزامات کو مسترد کرکے امیت شاہ پر الزام طے کرنے سے انکار کردیتے ہیں، الزام ہی نہیں تو ملزم باعزت بری ہوجاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ثبوت کی کمی کی بنا پر جج نے ایسا کیا۔ ہر مقدمہ میں چھوٹی عدالت کے فیصلے کو چیلنج کرنے کے لیے ایجنسیاں بہتر تیاری کے ساتھ اونچی عدالت جاتی ہیں، لیکن اس معاملہ میں جانچ ایجنسیوں نے سپر ڈال دیا، وہ اس فیصلے کو چیلنج کرنے کا حوصلہ نہیں جٹا پائیں، بلکہ سی بی آئی کے وکیل سندیش پاٹل اور اڈیشنل سالسٹر جنرل انیل سنگھ نے عدالت کو بتایا کہ وہ ہائی کورٹ میں کوئی اپیل داخل نہیں کریں گے۔ کس کے اشارے پر ایسا ہوا؛ معلوم نہیں، اس طرح سہراب الدین انکاؤنٹر کے کاغذات اندر دب گئے، اور بات آئی گئی ہوگئی،

کہانی کے کردار کئی مرگئے، لیکن کہانی ختم نہیں ہوئی، ایک نیا کردار جسٹس لویا کی شکل میں زندہ ہوگیا، لویا تو مرگئے، اب زندگی کیسی؟ یہ زندگی جسٹس لویا کو ''دی کارواں'' اخبار کے ذریعہ مل گئی، جب ان کے گھر والوں نے امیت شاہ کے بری ہونے کے تین سال بعد اس اخبار کو بتایا کہ ان کی موت پراسرار حالت میں ہوئی ہے۔ ۱۸؍فروری ۲۰۱۵ء کو انوج لویا نے کہا تھا کہ والد کی موت کی جانچ ہونی چاہئے، جسٹس لویا کی بہن انورادھا بیانی نے کہا تھا کہ میرے پاس آر ایس ایس کے ایک کارکن کا فون آیا کہ آپ کے بھائی کی لاش آبائی وطن ہم پہونچادیں گے۔ انڈین ایکسپریس نے دو جج کے حوالہ سے اس خبر کی تردید کی اور اس شک کو بے بنیاد قرار دیا، لیکن بات تو عوام تک پہونچ گئی ہے، اس لیے ممبئی لائرس ایسوسی ایشن نے ممبئی ہائی کورٹ میں جج لویا کی موت کی تفتیش کی عرضی داخل کردی، اسی دوران تحسین پونا والے اس معاملہ کو سپریم کورٹ لے کر آگئے، کہانی سہراب الدین سے شروع ہوئی تھی، سہراب الدین کے ساتھ اس کہانی کے کتنے کردار موت کی نیند سوچکے، لیکن کردار کے مرنے سے کہانی نہیں مرتی، جنازہ اور ارتھی کے نیچے اور قبر کے گڈھے سے کوئی نیا کردار پیدا ہوجاتا ہے، جو کہانی کو مرنے نہیں دیتا، آگے بڑھاتا ہے۔ اب یہ کہانی پھر سے جسٹس برج موہن لویا کے ذریعہ پریس کانفرنس کی وجہ سے زندہ ہوگئی ہے، کہانی نے اپنے کلائمیکس تک پہونچنے سے پہلے ایک نیا موڑ لے لیا ہے، انوج لویا نے اپنے شبہ کو واپس لے لیا ہے، انہوں نے پریس کانفرنس میں کہا کہ ان کے والد کی موت فطری تھی، اس لیے اس معاملہ میں نہ تو انہیں جانچ چاہئے اور نہ ہی وہ میڈیا کاری اور سیاست کاری چاہتے ہیں۔ ان کے باپ کا معاملہ ہے، انہیں واپس لینے کا پورا حق ہے، لیکن کہانی کا قاری یہ جاننا چاہتا ہے کہ پہلے شبہ کی بنیاد کیا تھی؟ اور اب پہلے بیان سے واپسی کی بنیاد کیا ہے؟ جب انوج لویا کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان کو پریشان نہ کیا جائے تو پس پردہ اس بیان کی وجوہات تک قاری پہونچ جاتا ہے۔ آخر کون پریشان کررہا ہے انوج لویا کو؟ اور کیوں انوج لویا جانچ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ابھی ان کی عمر اکیس سال کی ہے، جو جذباتی اور وقتی فیصلوں کے لیے مناسب عمر ہے۔ اس کہانی کے دوسرے کردار اپنی جگہ قائم ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

عجلت میں ہے سرکار

۲۰۱۸ء میں آٹھ ریاستوں میں اسمبلی انتخابات ہونے ہیں، مرکزی حکومت کا ہدف یہ ہے کہ کسی بھی طرح اور کسی بھی عنوان سے ہندو ووٹ کو متحد کردیا جائے، اوراس کا طریقہ سرکار کے پاس یہ ہے کہ وہ تیزی سے مسلمانوں پر شکنجہ کسے تاکہ ملک کی برہمن لابی، فرقہ پرست تنظیمیں، بی جے پی اوراس کی حلیف پارٹی کے لوگ یقین کرلیں کہ بی جے پی ملک کو ہندوراشٹر کی طرف لے جارہی ہے۔ اس خیال سے تینتیس (۳۳) دنوں میں مرکزی حکومت نے مسلمانوں کے خلاف تین بڑے فیصلے کیے، ۱۵؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو تین طلاق کے مسئلے پر وزارت نے بل کو منظوری دی، اور صرف تیرہ دنوں کے بعد پارلیامنٹ میں چند گھنٹوں میں بغیر خاطر خواہ بحث کے منظور کروالیا، کیوں کہ وہاں اس کی اکثریت تھی۔ راجیہ سبھا کی بھی وہی پوزیشن ہوتی تو سرکار آسانی سے اسے پاس کروالیتی، لیکن وہاں اکثریت سے محرومی نے اسے مجبور کیا کہ بحث کرائے، حزب مخالف نے سارا زور لگادیا کہ وہ اس بل کو سلکٹ کمیٹی کے پاس بھیجے، لیکن سرکار نے سیشن ختم ہونے تک کوئی ایسا فیصلہ نہیں کیا اور اب تیاری چل رہی ہے کہ ۲۹؍جنوری سے شروع ہونے والے بجٹ سیشن میں کسی طرح توڑ جوڑ کے ذریعہ اسے پاس کرالیا جائے۔

دوسرا فیصلہ مرکزی سرکار کی طرف سے ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو آیا، جس میں بغیر محرم کے عورتوں کو حج پر جانے کے لیے منظوری دی، وزیر اعظم نے تجویز رکھی اور وزارت اقلیت نے اسی دن اسے منظور کرلیا اور جن تیرہ سو عورتوں نے بغیر محرم کے حج پر جانے کی درخواست دی تھی انہیں قرعہ اندازی کے ضابطے سے الگ رکھ کر سفر حج کی منظوری دے دی گئی۔ اور اسے عورتوں کی آزادی کے تعلق سے بڑے قدم سے تعبیر کیا گیا۔

تیسرا فیصلہ ۱۶؍جنوری ۲۰۱۸ء کو حج سبسڈی کے حوالہ سے آیا کہ اسے اس سال سے ہی ختم کردیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ پونے دو لاکھ عازمین حج کو کرایہ کے نام پر زیادہ روپئے دینے ہوں گے، ۱۰؍مئی ۲۰۱۲ء کو سپریم کورٹ نے دس سال میں تدریجاً سبسڈی کو ختم کرنے کا فیصلہ سنایا تھا، جسٹس آفتاب احمد کی بنچ نے اسے اقلیتوں کو لبھانے کا ذریعہ قرار دیا تھا، اس لیے سبسڈی کو ختم ہونا ہی تھا، لیکن سرکار عجلت میں ہے، اس لیے اس نے چار سال پہلے ہی ختم کرنے کا اعلان کردیا، حالانکہ سبسڈی کی یہ رقم سرکار کی ایک جیب سے نکل کر دوسرے جیب میں جایا کرتی تھی، یعنی فی کس پینتالیس ہزار روپئے کے حساب سے یہ رقم ایر انڈیا کو دی جاتی تھی، حالانکہ دوسری کمپنیاں اس سے کم کرایہ پر حاجیوں کو آمد ورفت کرانے پر تیار ہوتی تھیں، لیکن سرکار کو یہ گوارہ نہیں تھا کہ اپنا روپیہ دوسرے کو دیا جائے، اس لیے گلوبل ٹنڈر کے بجائے حاجیوں کو پابند رکھا گیا کہ وہ ایر انڈیا سے ہی سفر کریں، مقصد یہ تھا کہ ایر انڈیا کا گھاٹہ حاجیوں کے نام پر کم کیا جائے۔ جو حکومت طلاق کے مسئلہ پر غلط طور پر ہندوستانی مسلمانوں کو جو دوسرے ملکوں کے قوانین دیکھنے کا مشورہ دیتی رہی ہے، وہ یہ بات بھول گئی کہ سبسڈی دنیا کے دوسرے ممالک؛ پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا وغیرہ میں رائج ہے۔

عازمین حج کو سبسڈی دینے کا فیصلہ ۸۶؍سال قبل ۱۹۳۲ء میں انگریزوں کے دور حکومت میں شروع ہوا تھا، ۱۹۵۴ء میں ہندوستان کی مرکزی حکومت نے اسے جاری رکھنے پر اتفاق کیا، چھ سال پہلے آٹھ سو سینتیس (۸۳۷) کروڑ روپئے کی سبسڈی تھی، جو ۲۰۱۷ء میں صرف دو سو کروڑ روپئے رہ گئی تھی۔ مسلمان بھی سبسڈی ختم کرنے کے حق میں تھے، وہ حکومت کے اخراجات پر حج کرنا پسند نہیں کرتے تھے، البتہ دو مطالبے ان کے رہے ہیں، ایک یہ کہ ایر انڈیا سے سفر کرنے کی پابندی کو ہٹایا جائے اور گلوبل ٹنڈر کیا جائے، جو ایرلائنس کم خرچ میں لے جانے کو تیار ہو، اس سے معاہدہ کیا جائے، دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ سات آٹھ ماہ پہلے جو رقم جمع کرانے کی روایت ہے، اسے کم کیا جائے، تاکہ عازمین حج مالیاتی دشواریوں سے بچ سکیں۔ اور اگر سب کچھ حسب سابق رہتا ہے تو بھی مسلمانوں پر فرق اس لیے نہیں پڑے گا، کیوں کہ اگر کوئی شخص اس قدر روپئے خرچ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ استطاعت دے گا تو وہ رخت سفر باندھ لیگا۔ اس لیے حکومت کے اس لالی پاپ کے ختم ہوجانے سے مسلمانوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا حکومت اپنے وعدے کے مطابق سبسڈی کی اس رقم کو مسلم خواتین کے تعلیمی فروغ میں خرچ کرے گی؟ جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہے، یا یہ بھی محض ایک جھانسہ ہی ہے!!!

حلال کمائی

''اگر فقیر کے پاس بھوک پیاس پر صبر کرنے کی قوت ہے تو اپنے اہل وعیال کی بھوک پیاس کا احساس کرنے خود توکل کرے مگر اہل وعیال کو توکل پر نہ چھوڑے، یہ خیال رکھے کہ انہیں حلال روزی اور رزق کھلائے تاکہ ان کی طاعت وعبادت وصلاحیت بار آور ہو، حرام کسب سے انہیں روزی نہ کھلائے، یہ گناہ ہے، نیک کام کرے، صدق اور باطنی صفائی کے لیے کوشاں رہے، تاکہ خدا تعالیٰ اس کے اور اس کے اہل وعیال کے کاروبار میں برکت دے۔'' (شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

بلا تبصرہ

جسٹس برج موہن لویا کی موت کا معاملہ کل ان کے بیٹے انوج لویا کی بیان بازی کے بعد نئے موڑ پر پہونچ چکا ہے، بیٹے نے یہ کہتے ہوئے سب کو چونکا دیا ہے کہ والد کی موت فطری تھی، اوراس پر ہمیں کوئی جانچ نہیں چاہئے، کانگریس کے ترجمان کا کہنا ہے کہ جب موت کے بعد جسٹس لویا کی بہن، چچا اور والد کی باتیں شک کا اظہار کررہی تھیں، تو آج ان کی باتوں کو کیا محض اس لیے درکنار کردیا جائے، کیوں کہ اب بیٹے انوج لویا کا کہنا ہے کہ والد کی موت فطری تھی، جسٹس لویا کا معاملہ حل ہونا چاہئے۔ (ڈاکٹر ابھیشیک منو سنگھوی، ہمارا سماج ۱۶؍جنوری ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

رزق حلال:

﴿اللہ جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور یہ کفار لوگ دنیوی زندگی پر اور اس کے عیش وعشرت پر اتراتے ہیں، حالانکہ یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں سوائے ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں﴾ (سورۂ رعد:۲۶)

مطلب: امیری اور غریبی، فراخی اور تنگی صرف خدا کے ہاتھوں میں ہے، کسی کے پاس کم یا زیادہ ہونا انسانی عقل وتدبیر کے قبضہ وتصرف میں نہیں ہے، یہ مقدرات میں سے ہے، البتہ اسلام نے حلال اور جائز طریقے سے روزی حاصل کرنے کو عبادت قرار دیا ہے اور کہا کہ ضروریات زندگی کو مہیا کرنے کی جدوجہد کرتے رہو، اللہ کا فضل تلاش کرو، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو محنت ومزدوری کرنے پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ محنت کی کمائی اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ تم قیامت میں آؤ اور سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لیے اس سے اچھا کھانا اور کوئی نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کر کے کھائے، چنانچہ ایک صحابی اپنے باغ کی سینچائی کر کے لوٹ رہے تھے کہ راستہ میں محسن انسانیت پر نظر پڑی، آپ نے سلام کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو صحابی رسول نے ہاتھ پیچھے کی طرف کر لیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میرے ہاتھ گرد آلود ہیں، اگر مصافحہ کروں تو آپ کے دست مبارک گرد آلود ہو جائیں گے، آپ نے فرمایا کہ جو ہاتھ محنت ومزدوری کے لیے بڑھے اور وہ گرد وغبار سے اٹے پڑے ہوں تو اس ہاتھ ہر جہنم کی آگ حرام ہے۔ عہد صحابہ سے اب تک جن لوگوں نے کسب حلال کے لیے مشقت برداشت کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں کشادگی وفراخی عطا کی، ایسے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ ہیں، جنہوں نے بہت ہی غربت کی زندگی گذاری اور جب وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا تو ترقی وخوشحالی سے ہمکنار ہوئے، آج بھی اگر ہم اللہ پر یقین کر کے کوشش کریں تو ہماری معیشت درست ہو سکتی ہے، جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی جگہوں سے نعمتوں کی بارش برساتا ہے، جہاں سے انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، البتہ جو لوگ جسمانی طور پر معذور ہیں، صحت وتوانائی سے محروم ہیں، ان کی کفالت ونگہداشت کی ذمہ داری سماج کے اہل ثروت پر عائد ہوتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت اور کاموں میں برکت عطا کرے تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے، اس سے جہاں تعلقات میں استواری آئے گی، وہیں اخروی نجات کا باعث ہوگی، مذکورہ آیت کے دوسرے جزو کا مطلب یہ ہے کہ انسان بقدر کفاف رزق حاصل کرے؛ اس کے لیے دنیا عیش وعشرت کی جگہ نہیں ہے، جہاں وہ دنیاوی زندگی پر ناز کریں؛ اس لیے ایمان والوں کو آخرت کی زندگی پر نظر رکھنی چاہئے، جہاں عیش وآرام کے سارے اسباب مہیا ہوں گے۔

تین نصیحتیں:

{حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی کہ جہاں کہیں بھی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو، کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کی تلافی کے لیے نیک عمل کرو، اس لیے کہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔} (ترمذی شریف)

وضاحت: حدیث پاک کے الفاظ بہت مختصر ہیں؛ لیکن اس کے معنی ومفہوم میں بڑی جامعیت ہے، اگر انسان ان باتوں پر عمل کرنے لگے تو وہ خدا اور بندگان خدا میں محبوبیت کا مقام حاصل کر لے گا اور ہر جگہ عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو، اس کی نافرمانی کو ترک کر دو اور اس کی اطاعت اختیار کرو، جب دل میں خوف خدا کا یہ تصور پیدا ہوگا تو ایمان میں لذت وحلاوت محسوس ہوگی، اس لیے قرآن مجید میں اللہ سے خوف کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ غلطی اور برائی کے بعد نیک عمل کر لیا کرو، کیوں کہ نیک عمل برائی کے اثر کو ختم کر دے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ زندگی میں شعوری یا غیر شعوری طور پر بہت سی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں، اگر ان غلطیوں پر ندامت کے آنسو بہہ جائیں اور اللہ سے توبہ واستغفار کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان غلطیوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور ورحیم ہے، بندہ جب خلوص دل سے توبہ کرتا ہے اور کسی کار خیر کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے اور بہت خوش ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں تیسری نصیحت حسن اخلاق کی فرمائی گئی ہے، حسن اخلاق ایک ایسا عمل خیر ہے، جس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو متاثر کیا جا سکتا ہے، یعنی لوگوں سے خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ ملنا جلنا اور مصیبت کے وقت کسی کے کام آنا انبیاء کرام کا طریقہ رہا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے جن مقرب اور محبوب بندوں کو جن انعامات سے نوازتا ہے، ان میں بہت بڑی نعمت حسن اخلاق ہے، یعنی اپنی ذات کے لیے کسی سے مخاصمت نہ کرنا اور نہ ہی اپنی ذات سے کسی کو تکلیف پہونچانا مطلب یہ ہے کہ صرف نظر اور عفو ودرگذر سے کام لیا جائے، ایسے لوگوں کی قرآن مجید میں تعریف کی گئی ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

سورہ فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنا:

اگر کسی شخص نے قیام میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بجائے بھول کر تشہد پڑھ لیا، پھر خیال آنے پر سورہ فاتحہ پڑھی تو شرعا کیا حکم ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے اگر دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھا، پھر سورہ فاتحہ پڑھی تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر پہلی اور اخیر کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھا، پھر سورہ فاتحہ پڑھی تو ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

ان قرأ (التشهد) في قيام الاولى قبل الفاتحة او في الثانية بعد السورة او في الاخيرتين مطلقا لا سهو عليه وان قرأ في الاوليين بعد الفاتحة والسورة او في الثانية قبل الفاتحة وجب عليه السجود لأنه اخر واجبا. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۲۵۱)

تشہد کی جگہ سورہ فاتحہ پڑھنا:

ایک شخص کو قعدہ میں تشہد پڑھنا تھا؛ لیکن بھول کر اس نے سورہ فاتحہ پڑھ لی پھر خیال آنے پر اس نے تشہد بھی پڑھ لیا تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں شخص مذکور جس نے قعدہ میں خواہ قعدہ اولیٰ ہو یا قعدہ اخیرہ تشہد پڑھنے سے پہلے بھول کر سورہ فاتحہ پڑھ لی اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔

واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذلك اذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو كذا روى عن أبي حنيفة رحمه الله في الواقعات الناطفية وذكر هناك اذا بدأ في موضع التشهد بالقراءة ثم تشهد فعليه بالسهو. (الفتاویٰ الهندية: ۱۲۷/۱، الباب الثاني عشر في سجود السهو)

فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ ملانا:

فرض کی نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بھول کر سورہ ملا لیا تو شرعا کیا حکم ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے سورہ فاتحہ کے بعد اگر سہوا سورہ بھی ملا لیا تو ایسی صورت میں اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ ان دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے اور سورہ ملانا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے، جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

وان كانت تلك الصلاة فريضة ثلاثية او رباعية فهو مخير فيما بعد الاوليين والقراءة افضل وان قرأ الفاتحة فحسب ولا يزيد عليها شيئا لما في البخاري من حديث أبي قتادة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الاوليين بام القرآن وسورتين وفي الركعتين الاخريين بام الكتاب. (الحديث) فان ضم السورة الى الفاتحة ساهيا ...في اظهر الروايات لا يجب عليه سجود السهو لان القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والتقييد بالفاتحة مسنون لا ان الاقتصار عليها واجب. (شرح منیۃ المصلی: ۳۳۱، بحوالہ فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۵۵۹/۲)

مسبوق کا امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام پھیرنا:

امام صاحب نے نماز میں کچھ سہو کی وجہ سے سجدہ سہو کا سلام پھیرا، پھر سجدہ میں گئے، کچھ لوگ مسبوق (جن کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں) بھی تھے، اب سوال یہ ہے کہ یہ مسبوق حضرت امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام پھیریں گے یا نہیں، اگر کسی نے بھول کر سلام پھیر دیا تو شرعا کیا حکم ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسبوق حضرات سجدہ سہو میں تو امام کی اقتدا کریں گے، لیکن سلام میں نہیں، لہذا صورت مسئولہ میں اگر کسی مسبوق نے سجدہ سہو کے سلام میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد بھول کر سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں اس پر اپنی نماز کے اخیر میں سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(والمسبوق يسجد مع امامه) قيد بالسجود لانه لا يتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامدا فسدت والا لا ولا سجود عليه ان سلم سهوا قبل الامام او معه وان سلم بعد لزمه لكونه منفردا حينئذ. (ردالمحتار: ۵٤٦/۲)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۲۰۱۸ء روز سوموار

جمہوری اقدار کی حفاظت

نقیب کا یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھوں میں پہونچے گا، آپ جشن جمہوریت منانے کی تیاری کررہے ہوں گے، ہر سال کی طرح امسال بھی جشن منایا جائے گا، انڈیا گیٹ کے سامنے ہندوستان کی تہذیبی وثقافتی جھانکیاں پیش کی جائیں گی، دفاعی میدان میں اور اسلحوں کی دوڑ میں ہماری جو حصولیابیاں ہیں، اس کا مظاہرہ کیا جائے گا، شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا جائے گا، اور امر جیوتی پر حاضری درج کرائی جائے گی، اصل پروگرام انڈیا گیٹ پر ہوگا، اور پھر پورا ملک جشن میں ڈوب جائے گا، ترنگے جھنڈوں کے ساتھ مدرسوں، اسکولوں اور اداروں میں رنگارنگ تقریب ہوگی، طلبہ وطالبات کو انعامات سے نوازا جائے گا، سیاسی حضرات کی جانب سے ہندوستان کے مجاہدین آزادی کا گن گان کیا جائے گا، اور لمبے چوڑے بیانات اور وعدوں کے ذریعہ سیدھے سادے عوام کو لبھانے کی کوشش کی جائے گی اور ایسا پہلی بار نہیں ہوگا، ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے ۲۶/ جنوری گذرا اور ہم سب یہ بھول جاتے ہیں کہ جمہوریت کے لفظی نعروں کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اصل ہے جمہوری اقدار کا تحفظ؛ جس سے ملک دور سے دور ہوتا جارہا ہے، ہم نے جمہوریت کا مطلب صرف عوام کی حکومت، عوام کے لیے عوام کے ذریعہ سمجھ لیا ہے اور ہر پانچ سال پر انتخابات میں سارے حربے استعمال کرکے حکومت پر جو قبضہ کیا جاتا ہے، اسے ہم جمہوری طریقۂ کار سے تعبیر کرتے ہیں اور خوب خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا ملک جمہوری اعتبار سے مضبوط ہے، یہاں عوامی حکومت ہے اور اس قدر مضبوط ہے کہ پڑوسی ملکوں کی طرح یہاں مارشل لا لگانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور ملک تیزی سے ترقی کررہا ہے۔

یقیناً ترقی کررہا ہے، آزادی سے قبل جن گھروں میں سائیکل دستیاب نہیں تھی، آج موٹر سائیکل اس گھر میں موجود ہے اور بعض گھروں میں تو ہر آدمی کے لیے موٹر سائیکل دستیاب ہے، چار چکے کی بھی کمی نہیں ہے، کھانے کے لیے آزادی سے قبل عموما عام لوگوں کے لیے باجرہ، جوار اور جو ہی مہیا تھا، گیہوں کی روٹی شاید باید گھروں میں ہر روز مہیا ہو پاتی تھی، دھوتی اور کپڑے بھی پورے طور پر فراہم نہیں تھے، زمینداروں کے ظلم وستم نے عام لوگوں کا جینا دوبھر کردیا تھا، بعض حرکات تو انسانیت کو ذلیل کرنے والی ہوتی تھیں، جوتے پہن کر ان کے دروازے سے گذرا نہیں جاسکتا تھا، سواری پر بیٹھ کر کوئی گذر جائے تو قیامت آجاتی تھی، لوگ بندھوا مزدوروں کی طرح ان کے یہاں کام کرتے اور کرتے کرتے مرجاتے تھے، یہ معاملہ نسل درنسل چلتا تھا، ایسے لوگوں کی اپنی مرضی نہیں ہوا کرتی تھی، سارا کچھ مالک کی مرضی کے تابع ہوتا تھا، تھوڑی سی غلطی اور چوک پر چمڑی ادھیڑ دی جاتی تھی، اور عفو ودرگذر، رحم وکرم کا خانہ خالی رہتا تھا، انسانیت سسک رہی تھی، کسان خودکشی کرلیا کرتے تھے، پوس کی رات اور جاڑے کی یخ بستہ سردی میں کھیتوں کی رکھوالی کرتے کرتے عمر گذر جاتی تھی۔

ملک آزاد ہوا، زمینداری ختم ہوئی، جمہوری دستور نافذ ہوا تو ملک کے عوام نے اطمینان کا سانس لیا اور بہت کچھ منظر بدلا، انسانی قدروں کی پامالی پر روک لگی، بندھوا مزدوری کا رواج ختم تو نہیں ہوسکا، کم ضرور ہوا، کھیت کسانوں کا ہوگیا، ان کی بھی خودکشی کے واقعات سامنے آنے کے باوجود حالات پہلے سے اچھے ضرور ہیں۔

اس جمہوری نظام کی وجہ سے حکومتیں بدلتی رہی ہیں، الگ الگ منشور اور مینوفیسٹو پر کام شروع ہوا، جو حکومت آئی اس نے اپنے نظریات ملک پر تھوپنے کی کوشش کی، اس کے نتیجے میں بھی بہت کچھ بدلا اور بدلتا چلا گیا، کسی نے گھوم کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ سلطانیٔ جمہور میں، جمہوری اقدار کا جنازہ کس طرح نکلا اور نکلتا چلا گیا، سیاسی پارٹیوں کو حکومت عزیز تھی، جہاں سے ملے اور جس طرح ملے اور جتنے اقدار کو دفن کرکے ملے۔ سوا نہیں جمہوری اقدار کے تحفظ کی فکر بھی نہیں ہوئی۔

اس صورت حال نے جمہوری اقدار کو پامال کیا، جمہوریت میں صرف حکومت کا ہی عوامی ہونا ضروری نہیں ہے، عوام کی خواہشات، امنگیں، ان کے حقوق کا تحفظ، مذہب پر چلنے کی آزادی سب کا خیال رکھنا ضروری ہے، بد قسمتی سے بی جے پی کی مرکزی حکومت نے ہر سطح پر ان اقدار کو تہس نہس کرکے رکھ دیا ہے، مہنگائی بڑھتی جارہی ہے، گئو رکچھا، لو جہاد، مندر تعمیر کے نام پر رواداری کا ماحول گذشتہ سالوں میں تیزی سے ختم ہوا ہے، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی نے عوامی زندگی کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ چھوٹے کاروباری تجارت کے اعتبار سے ختم ہوچکے ہیں، سوا سال سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اب تک وہ اپنے کاروبار کو پھر سے کھڑا کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ گاندھی جی اس ملک میں عدم تشدد اور اہنسا کی علامت کے طور پر مختلف جگہوں پر تصویری شکل میں موجود تھے، انہیں بھی دیش نکالا دینے کی تیاری زوروں پر چل رہی ہے، کئی جگہ سے انہیں ہٹایا جاچکا ہے اور روپے پر بھی کتنے دن نظر آئیں گے، کہنا مشکل ہے، نسلی اور مذہبی بنیادوں پر ملکی باشندوں کو عصبیت کا سامنا ہے اور جان بوجھ کر دلتوں، مسلمانوں اور لسانی اقلیتوں کو نظر انداز کیا جارہا ہے، بحالیوں میں اور اعلیٰ عہدوں پر تقرریوں میں بھی سرکار سینئرٹی کو نظر انداز کرکے پرانے لوگوں کی حوصلہ شکنی کررہی ہے، جیسا کہ پچھلے سال فوجی سربراہ کے معاملہ میں کیا گیا۔

یہ مکمل حالات نہیں، حالات کا ہلکا سا اشارہ یہ ہے، اس کو پھیلایا جائے تو بات دیر تک چلے گی اور دور تک جائے گی، کہنا صرف یہ ہے کہ ملک میں جس طرح جمہوری اقدار پامال ہورہے ہیں اور کسی کو اس کی فکر نہیں ہے، ایسے میں جشن جمہوریت محض ایک رسم ہے؛ چونکہ یہ رسم ملکی دستور سے محبت کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے، اس لیے ہر سطح پر اس جشن کا اہتمام کرنا چاہیے اور پورے جوش وخروش کے ساتھ کرنا چاہیے، لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ جمہوری اقدار کے تحفظ کی ضرورت پہلے سے آج کہیں زیادہ ہے، ملک کے سیاسی رہنماؤں کو اس کے لیے اقدام کرنا چاہیے، یہ ملک سے محبت اور وفاداری کا تقاضہ بھی ہے اور جمہوری دستور کے تحفظ؛ بلکہ مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت کا بہترین طریقہ بھی۔

چلے چلو کہ ابھی وہ منزل نہیں آئی

منصف کی فریاد

ہندوستانی عدلیہ کی تاریخ میں پہلی بار سپریم کورٹ کے چار جج جسٹس چملیشور، جسٹس رنجن گوگوئی، جسٹس مدن بیلوکر اور جسٹس کورین جوزف پریس کانفرنس کے ذریعہ چیف جسٹس دیپک شرما اور موجودہ عدالتی نظام کے خلاف فریاد لے کر عوام کی عدالت میں پہونچ گئے، انہوں نے میڈیا کے ذریعہ عوام کو بتایا کہ چیف جسٹس نے اس روایت کو توڑ دیا ہے، جس کے تحت اہم معاملات میں فیصلے اجتماعی طور پر کیے جاتے تھے۔ مقدمات بنچوں کے حوالہ کرنے میں بھی وہ من مانی کرتے ہیں اور بہت سارے اہم معاملے بغیر کسی وجہ کے وہ ان بنچوں کو سونپ دیتے ہیں جو چیف جسٹس کی پسند کے ہیں۔ ان حضرات نے بہت صاف لفظوں میں کہا کہ اگر سپریم کورٹ کو بچایا نہیں گیا تو جمہوریت ختم ہوجائے گی۔ منصف کی اس فریاد نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، ہر کوئی سکتہ میں ہے کہ سپریم کورٹ میں ایسا کیا کچھ ہورہا ہے، جسے ان ججوں کے ضمیر نے برداشت نہیں کیا اور معاملہ عوام کی عدالت میں لانا پڑا؟ پریس کانفرنس بیس منٹ چلی، دو جج بولے، دو خاموش رہے، جسٹس چملیشور نے کہا کہ ہم چیف جسٹس کو سمجھانے میں ناکام رہے، اس لیے ہم جمہوریت کو بچانے کے لیے آگے آئے ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ بیس سال کے بعد کوئی کہے کہ ہم نے آتما (ضمیر) بیچ دیا تھا۔ جسٹس رنجن گوگوئی کا کہنا تھا کہ ہم میڈیا میں آکر اپنے اختیارات سے باہر نہیں جارہے۔ سچائی بتا کر دیش کا قرض اتار رہے ہیں۔ عدالت کے احاطے میں کیا کچھ ہوتا ہے اس سے عوام کی دلچسپی صرف مقدمات کی نوعیت، سماعت اور فیصلے پر ہوتی ہے، وہ بھی جب فیصلے کی خبریں میڈیا کے ذریعہ سامنے آتی ہیں۔ اب جو کچھ سامنے آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام معاملات میں عدلیہ ہی نہیں انتظامیہ بھی کہیں نہ کہیں ملوث ہے۔ سرکار نے یہ کہہ کر اپنا دامن جھاڑ لیا ہے کہ یہ عدلیہ کا اندرونی معاملہ ہے، اس کے باوجود وزیر اعظم کے سکریٹری چیف جسٹس دیپک مشرا سے ملنے ان کے گھر گئے، چیف جسٹس نے ان سے ملنا گوارہ نہیں کیا اور پوجا کے بہانے انہیں ٹال دیا۔ اس سے لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں دال میں کچھ کالا ہے، عوام نے ان ججوں کی باتوں کو درست اس لیے تسلیم کرلیا کہ اس پورے قضیہ میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ ججوں کی کوئی اپنے عہدے کی لڑائی ہے، اس لیے کہ جسٹس گوگوئی کو چھوڑ کر سارے ۲۰۱۸ء میں ہی رٹائر ہوجائیں گے۔ رہ گئے جسٹس گوگوئی تو ان کا چیف جسٹس بننا طے ہے، کیوں کہ وہ اکیلے سینئر جج بچ جائیں گے۔

اس درمیان یہ اچھی خبر آئی تھی کہ چائے کی چسکیوں کے درمیان یہ مسئلہ بار کونسل کی مدد سے حل کرلیا گیا ہے، اور چاروں ججوں نے کام کرنا پھر سے شروع کردیا ہے۔ مگر یہ خواب وخیال ہی ثابت ہوا، کیوں کہ اس قضیہ کو سلجھانے کے لیے چیف جسٹس دیپک مشرا نے ان چار ججوں سے ملاقات کرکے مسائل پر تبادلہ خیال کیا ہے، اس گفت وشنید کے بعد بار کونسل کا کہنا ہے کہ مسئلہ کو سلجھانے میں تین چار روز کا وقت اور لگ سکتا ہے، دراصل اس قسم کے معاملات میں ججوں پر لگام کسنے کے لیے چیف جسٹس کے پاس کچھ نہیں ہے، ورنہ وہ اب تک ان ججوں پر کارروائی کرچکے ہوتے۔ ایسی صورت حال میں کارروائی پارلیامنٹ ہی کرسکتی ہے اور ''مہا ابھیوگ'' سے ہی ان کو ہٹایا جاسکتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ممبران پارلیامنٹ کے ذریعہ جج کے خلاف کارروائی کے لیے صدر جمہوریہ کو خط لکھا جائے، طے شدہ تعداد میں شکایتیں پہونچنے کے بعد ''مہا ابھیوگ'' لانے کے لیے پارلیامنٹ جانچ کمیٹی بٹھاتی ہے، جانچ کمیٹی میں سپریم کورٹ کا ایک جج کسی بھی ریاست کے ایک چیف جسٹس اور ایک ماہر قانون کو شامل کیا جاتا ہے، کمیٹی کی رپورٹ پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا میں پیش کی جاتی ہے، ایوانوں کے ذریعہ مہا ابھیوگ کی سفارش کرنے پر صدر جمہوریہ متعلقہ جج کو برخواست کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

بات بظاہر آئی گئی ہوگئی، لیکن عوام کے دلوں میں جو بے اعتمادی عدالت کی طرف سے بڑھی ہے، اس کا مداوا آسان نہیں ہے، اب لوگ تین طلاق کالعدم کرنے اور بابری مسجد وغیرہ کے فیصلے کو اسی تناظر میں دیکھیں گے اور سوچیں گے کہ یہ فیصلے کسی کے دباؤ میں تو نہیں آئے ہیں!!!

تعلیم کی ترقی یا تنزلی؟

ملک میں تعلیمی صورت حال کے جائزہ کے تعلق سے حال ہی میں اینوئل اسٹیٹس آف ایجوکیشن رپورٹ (اے آئی ایس آر) ۲۰۱۷ء شائع ہوئی ہے۔ یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ دیہی علاقوں میں پرائمری تعلیم کے مرحلہ سے آگے بڑھ چکے ۱۴ سے ۱۸/ سال کی عمر تک کے بیش تر بچوں کو بنیادی چیزوں کی بھی معلومات نہیں ہے۔ اس رپورٹ کے سروے میں شامل ۱۴/ فیصد بچے تو اپنے ملک کا نقشہ تک نہیں پہچان پائے، ۳۶/ فیصد بچوں کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کے ملک کی راجدھانی کہاں ہے۔ ۲۱/ فیصد بچے یہ نہیں بتا پائے کہ وہ کس صوبے میں رہتے ہیں۔ اے ایس آئی آر ۲۰۰۶ء سے ملک میں تعلیمی صورت حال کا سالانہ جائزہ لے رہی ہے۔ حالیہ رپورٹ سرکار کے تعلیمی ترقی کے بلنگ وبانگ دعووں کی پول کھول رہی ہے اور سرکاری اعداد وشمار کے جھوٹ کو ظاہر کررہی ہے۔ سرکار کو اگر ملک کی تعمیر کی واقعتاً فکر ہے تو اس کو تعلیمی فیصد کے دعووں کو تج کر تعلیم کے معیار کو بہتر کرنے اور کوانٹٹی بڑھانے سے زیادہ کوالٹی بڑھانے پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یادوں کے چراغ

مولانا مصطفیٰ کریم ندوی دسنویؒ

: مولانا طلحہ نعمت ندوی (استھانواں بہار شریف)

صوبہ بہار کے ممتاز گاؤں دسنہ (جسے بعض اہل علم نے پورے بہار کا گل سرسبد کہا ہے) اوراس سے متصل دوسری ممتاز وزرخیز بستی استھانواں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا جس قدر گہرا اوراٹوٹ رشتہ رہا ہے وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ ہے جس کی تفصیل وتوضیح کے لئے چند صفحات ناکافی ہیں، دسنہ کے کثیرالتعداد ممتاز ندوی فضلاء میں ایک اہم نام مولانا مصطفیٰ کریم ندوی کا ہے، اگر چہ انہوں نے اپنی کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی لیکن اپنے ممتاز شاگردوں کے ذریعہ نیز اپنی اخلاقی قدروں، عالمانہ عظمت ووقاراور اصول پسندی کے جوانمٹ نقوش چھوڑے ہیں وہ انہیں ان کے قدرشناسوں کے دلوں میں تادیر باقی رکھیں گے، وہ اپنے ان کمالات وخصوصیات کی بناپر ندوۃ العلماء اور بہار دونوں جگہوں کے ممتاز وقابل ذکر فرزندوں میں شامل ہونے کا حق رکھتے ہیں، ندوۃ العلماء کے ممتاز سپوت مولانا مسعود عالم ندوی نے ان کے تعارف میں جو الفاظ لکھے ہیں، ان سے ان مندرجہ بالا تصریحات کی پوری تصدیق ہوتی ہے، مولانا لکھتے ہیں: ''مصطفیٰ کریم ندوی ایم ایس سی (علیگ) غالباً پورے ملک میں ایک فرد ہیں جس نے علوم عربیہ کی باضابطہ تحصیل کے بعد سائنس (نباتات) کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی اور وہ بھی امتیاز کے ساتھ، مزید یہ کہ کالج اور یونیورسٹی میں ندویت اور اسلامیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا، یہ استاذ مرحوم (علامہ سید سلیمان ندوی) کے ہم وطن تھے'' (مکاتیب سلیمان، ص۹۱)۔

مولانا مصطفیٰ کریم ندوی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ کے ہم درس بھی تھے، حضرت مولانا نے متعدد مرتبہ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر فرما کر ان کی تعریف فرمائی۔ حضرت مولانا کے دل میں ان کی جو قدر تھی اس کا اندازہ اس بھی ہوگا کہ ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے لئے ان کا انتخاب عمل میں آیا، پھر جب ان کے اور حضرت مولانا کے تیسرے رفیق درس اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا محبّ اللہ لاری ندوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا تو دارالعلوم کے اہتمام کے لئے مولانا ہی کے نام قرعۂ فال نکلا جب وہ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد اپنے وطن دسنہ میں مقیم تھے۔ لیکن مولانا نے معذرت کردی اور عہدۂ اہتمام قبول نہیں کیا ،حضرت مولانا علی میاں نے مولانا محبّ اللہ لاری ندوی مہتمم دارالعلوم کے انتقال پر (۱۹۹۳ء میں) جو مضمون سپرد قلم فرمایا اس میں مولانا کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں فرمایا ''ان (مولانا محبّ اللہ) کے زمانۂ قیام علی گڈھ کے دوران یہ راقم بھی متعدد بار علی گڈھ گیا، اس وقت وہ اور ہمارے اوران دوسرے ساتھی مولوی مصطفیٰ کریم صاحب ندوی ایم اے میں پڑھ رہے تھے، اور غالباً آفتاب ہال میں دونوں مقیم تھے، وہاں بھی ان کی وضع قطع میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ اس طرح کی رویات بھی سننے میں آئیں کہ بعض طلبہ جو کمیونزم سے متاثر ہورہے تھے، ان کی گفتگو سے اورافہام وتفہیم سے راہ راست پر آئے، اوران کے خلاف مذہب رجحانات میں تبدیلی آگئی،'' (پرانے چراغ جلد سوم ص۲۴۳)، وہ خود بھی حضرت مولانا علی میاںؒ کے بہت قدرداں رہے۔

مولانا مصطفیٰ کریم ندوی کے والد کا نام احمد کریم تھا، ڈاکٹر حسیٰ کے نام سے مشہور تھے، سلسلۂ نسب ''سادات وملوک دیسنہ'' کے مطابق یہ ہے، مصطفیٰ کریم بن محمد ناظر بن خلیفہ ملک انور علی بن دائم علی۔ ڈاکٹر احمد کریم صاحب نے کلکتہ میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کی تھی، اور مونگیر میں طبابت کی، اس کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی رہے، بنگال کے سب سے پہلے وزیراعلی بی۔ سی رائے کے ہمدرس تھے۔

مولانا مصطفیٰ کریم صاحب ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۱۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں درجہ عربی اول میں داخلہ لیا، اس وقت مولانا کی عمر نو سال تھی، دارالعلوم میں انہوں نے مختلف اساتذہ سے کسب فیض کیا، لیکن خصوصی تعلق غالباً دارالعلوم کے شیخ الادب مولانا عبدالرحمٰن نگرامی سے رہا، ایک کتاب میں انہوں نے مولانا کے نام پر حسب ذیل نوٹ درج کیا ہے: ''میرے استاذ جنہوں نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی اور پڑھنے کا شوق دلایا، کتب بنی اوراخبار بنی وغیرہ''۔ مولانا نے ۱۹۲۸ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ساتھ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمہ اللہ سے کتب حدیث کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد ان اندر علوم عصریہ کی تحصیل کا بھی جذبہ پیدا ہوا، اوراس میں بھی کئی سال صرف کئے، فراغت کے بعد انہوں نے پٹنہ کالجیٹ سے میٹرک (ہائی اسکول) کا امتحان دیا اور پورے پٹنہ کمشنری میں امتیازی کامیابی حاصل کی، پھر سائنس کالج (پٹنہ) سے آئی ایس سی کی تکمیل کی، اس کے بعد ملک کی مشہور علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور پورے عالمانہ شان کے ساتھ بی ایس سی اورایم ایس سی کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۴۱ء میں تکمیل تعلیم کے بعد اپنے فن اختصاص علم نباتات (botany) کے ایک ادارہ شوگر کین ریسرچ سینٹر پوسا ضلع سمستی پور بہار میں چند سال گذارے، پھر وہیں سے ان کا تقرر دربھنگہ کے سی ایم کالج میں نباتات کے پروفیسر کی حیثیت سے ہوگیا۔ یہاں رہ کر مولانا نے اپنے طویل دور ملازمت میں طلبہ کی ایک جماعت تیار کی جو آج بھی ان کی تقویٰ ودینداری اوران کے کمالات وامتیازات میں رطب اللسان نظر آتی ہے، انہوں دربھنگہ کے طویل دور قیام میں وہاں کے باشندوں پر اپنی عظمت کا جو نقش قائم کیا وہ آج بھی برقرار ہے۔

دربھنگہ کالج میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے متعدد افراد صوبہ بہار کے معزز عہدوں پر فائز ہوئے، مولانا کے بعض شاگردوں کے بقول ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ کالج کی طرف سے جو کاغذات کسی کام کے لئے ملتے انہیں اپنے ذاتی کاغذات سے الگ اس طرح رکھتے کہ ملنے نہ پائیں اورانہیں اپنے کام میں نہ لاتے ،امتحانات کی کاپیاں دیکھنے کو ملتیں تو انہیں لے کر اس قدر دور چلے جاتے کہ وہاں کسی کی رسائی اور سفارش کا امکان بھی نہیں رہتا۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

کتابوں کی دنیا

سیر الصالحین

: مفتی محمد ثناء الھدیٰ قاسمی

شمالی بہار میں سلسلہ نقشبندیہ کے بافیض بزرگ پیر طریقت حضرت مولانا حافظ الحاج شمس الہدیٰ مجددی مظہری دامت برکاتہم کا نام وکام محتاج تعارف نہیں ہے، ان کی صحبت پرانے اہل اللہ کی یاد دلاتی ہے اوردلوں میں محبت خداوندی اور عشق رسول پیدا کرنے پر اکسیر کا درجہ رکھتی ہے، مجھ جیسا عامی کی ان کے مقام اورمرتبہ تک رسائی ہی کہاں ہے؟ اپنا تو کل سرمایہ اہل اللہ سے محبت وعقیدت ہے اور بس۔۔۔

أحب الصالحين ولست منهم　　　لعل الله يرزقني صلاحا

اس بھروسے جی رہا ہوں کہ شاید اہل اللہ سے محبت کے طفیل میں کسی وقت صالحیت مجھے بھی نصیب ہوجائے اوران حضرات کی توجہ باطنی سے میرے دل کی کھیتی سرسبز وشاداب ہوسکے، بات دور نکل گئی اور بے ساختہ نوک قلم پر آگئی، اصلا مجھے یہ بتانا تھا کہ سیر الصالحین انہیں بافیض بزرگ کی تالیف لطیف ہے، جس میں نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگان دین کے احوال وآثار کو مؤثر اور پُرکیف انداز میں ذکر کیا گیا ہے، ان کے معمولات، اورادووظائف اورطریقہ تربیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگوں میں شمالی بہار کے حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ جن کو اہل معرفت قطب الاقطاب کہتے ہیں اور جن کے خطوط کا مجموعہ ''جنت الانوار'' کے نام سے مریدین ومتوسلین کی تربیت کے کام آتا ہے، حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کے ذریعہ حضرت مولانا گڑھولوی تک پہونچا، یہ سلسلہ شاہ نوراللہ: حکیم مولانا احمد حسن، حاجی منظور احمد صاحب مصرولیا کے واسطہ سے حضرت مولانا شمس الہدیٰ دامت برکاتہم تک ممتد ہوا۔ یہ کتاب تمام حضرات کے احوال وکوائف پر محیط ہے اور تشنگان سلوک وتصوف کے لیے اس کا مطالعہ کسی سے کم نہیں، مشائخ کے تذکرہ اوراد واذکار پر حضرت مولانا کی دو کتابیں ''الاکلیل'' اور ''اورادووظائف'' یعنی معمولات مبارکہ حضرت حاجی منظور احمد مطبوع ہوکر مقبول ہوچکی ہے، سیر الصالحین حضرت کی تیسری کتاب ہے، حضرت دامت برکاتہم نے اس کتاب کے مأخذ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب کی تحریر میں مختلف کتابوں سے مدد لی گئی ہے؛ لیکن تین ایسی کتابیں ہیں کہ پوری تحریر اس کے مأخذ ومصادر ہیں؛ بلکہ ان کی تحریریں بعض جگہ سے بعینہ نقل کردی گئی ہیں، ''حضرات القدس'': مؤلفہ حضرت بدرالدین سرہندی، (۲) ''زبدۃ المقامات'': مؤلفہ حضرت ہاشم ستمی سے خاص طور پر مدد لی گئی ہے، (۳) ''حالات مشائخ نقشبندیہ'': مؤلفہ مولوی محمد حسن نقش بندی اور حضرت مجدد صاحب کی زندگی کا عام خاکہ حضرت مولانا باقر علی خاں کی کتاب ''کنزالہدایات'' (فارسی) مترجم مولوی سعید احمد سے اخذ کیا گیا ہے۔ (ص:۳۹) اعتذار کے عنوان سے لکھتے ہیں: درازیٔ عمر کے سبب ذہن کی بالیدگی، قوت یادداشت اور فکروفن کی چابک دستی باقی نہیں رہی، لکھنے پڑھنے کا شعور کمزور ہوگیا؛ اس لیے مضامین کی ترتیب وتدریب میں حسن سلیقگی کی کمی ہوگئی ہے، یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کے واقعات وسوانح کی تفصیل میں بعض مضمون کی عبارت بعینہ نقل کرنی پڑی، میں نے سرقہ نہیں کیا ہے؛ بلکہ عمدہ جملے، حسین عبارت اور معنی آفریں کی کشش نے اس کے لیے مجبور کردیا ہے؛ اس لیے معذور سمجھیں۔ (ص:۳۳)

چارسو چورانوے صفحات پر مشتمل اس کتاب میں 406 ذیلی عناوین کے تحت مشائخ نقشبندیہ کے احوال وآثار اور تصوف کے رموز ومشکلات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، مذہب وتصوف، حقیقت مراقبہ اوراس کے اقسام، مشاہدہ، محاسبہ، ذکر خفی، مقام خلت، نسبت، خطرات قلب، فناء نفس، ذکر خفی، فقر، ولایت، طریقہ نقشبندیہ، تجلی، ہمت، عزلت، ذکر، توجہ، صبرورضا، ہدایت، جذب ومحبت، ذوق ووجدان، تصرف، نوروظلمت، مستہلکین، حل، کائن وبائن، بندقیومیت، رقت قلبی، جمعیت وحضور، وصل عریاں، کفر طریقت، فنا، دائرہ قلب، مقام جذب، سیر فی اللہ، یقین امکانی، ارادت، مرد، معرفت جیسی اصطلاحوں کو سادہ اور سلیس زبان میں مولانا نے اس انداز سے سمجھا دیا ہے کہ ہم جیسا اس راہ سے ناواقف اور کند فہم بھی آسانی سے سمجھ گیا، سمجھنے کا مطلب معنی ومفہوم سے ہے، تصوف کی راہ سے نابلد لوگوں کی سمجھ اس سے زیادہ نہیں ہوتی، رہ گئے ان الفاظ کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کا مشاہدہ وادراک تو وہ ہم جیسوں کے بس کا روگ نہیں، اس کو تو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں عشق کی آگ جل رہی ہو، یہ آگ چوں کہ لگتی نہیں لگائی جاتی ہے؛ اس لیے مرشد کامل سے بیعت وصحبت اوران کے ارشادورہنمائی کے بغیر ایک قدم بڑھایا نہیں جاسکتا، ورنہ رہی سہی صلاحیت بھی بھسم ہوکر رہ جائے، جس طرح سدرۃ سے آگے جانے میں حضرت جبرائیل کے پر جل رہے تھے، اسی طرح تصوف کی راہ میں بغیر پیر طریقت کے آگے بڑھنا خطرہ سے خالی نہیں ہے؛ اسی لیے تو قرآن کریم میں ایمان والوں کو متقین اور صدیقین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مجھے تو اس کتاب کا وہ حصہ سب سے دلچسپ لگا، جہاں سے خود حضرت نے اپنی زندگی کے نشیب وفراز کا ذکر کیا ہے، یہ حصہ اصلا حضرت کے اسلوب نگارش، قدرت کلام، الفاظ کے مناسب انتخاب واستعمال کا بہترین نمونہ ہے، بعض جملے اور تعبیرات اس قدر بلیغ ہیں اور معنی کی ترسیل میں اس قدر تیز ہے کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے، رک اس لیے جاتا ہوں کہ کہیں یہ سوءادب میں داخل نہ ہوجائے، بعض جگہوں پر حضرت کی یادداشت کے خطا کرنے کا احساس ہوتا ہے، جیسے حضرت نے اپنی تعلیم کے سلسلہ میں دربھنگہ میں مدرسہ احمدیہ کا ذکر کیا ہے اوراس وقت مدرسہ کا ذمہ دار مولانا مقبول خاں کو بتایا ہے، مولانا مقبول خاں صاحب دربھنگہ کے مدرسہ احمدیہ میں نہیں، حمیدیہ میں تھے جو قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں واقع ہے، ہوسکتا ہے جس طرح پروف ریڈنگ کی نظر سے دوسری جگہ کی اغلاط رہ گئیں، یہ بھی رہ گئی ہو، کتاب کی طباعت عمدہ، کمپوزنگ بہتر اور کاغذ خوب تر ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

جانوروں کے حقوق اور انکے احکام

مولانا نورالحق رحمانی استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء پھلواری شریف، پٹنہ

اسلام رہتی دنیا تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نمونۂ عمل پیش کرتا ہے، کہ اس پر چل کر نہ صرف انسان اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی بسر کرسکتا ہے، بلکہ ایک سب سے اچھی قوم اور سب سے بہتر معاشرہ کی تشکیل کرسکتا ہے، جو سبھی کے لیے قابل عمل اور لائق تقلید ہو، اس لیے شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں زندگی کے ہر مرحلہ اور انسانی تعلقات کے ہر زاویہ سے متعلق واضح احکام موجود ہیں، حتیٰ کہ جانوروں سے متعلق احکام تک بیان کیے گئے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں جانوروں کے حقوق اوران سے متعلق شریعت اسلامی میں موجود احکام کو پیش کیا جارہا ہے۔

چارہ خور جانوروں کے لیے ایسی غذا تیار کرنا جس سے وہ تیزی سے بڑھ سکیں:

اگر ایسی غذاؤں کے استعمال سے چارہ خور جانور تیزی سے بڑھ جائیں اور انکے دودھ اور گوشت پر اس کا کوئی منفی اثر مرتب نہ ہو اور وہ انسانوں کی صحت کے لئے مضر نہ ہوں تو شرعا اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں اگر ایسی غذاؤں کے پروردہ جانور کے دودھ اور گوشت کا استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ہو تو پھر ایسا کرنا شرعا درست نہ ہوگا، اسلئے کہ شریعت میں دفع مضرت کا پہلو جلب منفعت پر مقدم ہے۔

جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے یا گوشت میں اضافہ کے لیے انجکشن لگانا:

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایسے دودھ اور ایسے گوشت کا استعمال انسان کی صحت کے لئے مضر ہے، نیز وہ مادہ جانور جنہیں دودھ میں اضافہ کے لئے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اور آگے چل کر انہیں ذبح کیا جاتا ہے تو ان کا گوشت انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے؛ لہذا دفع مضرت کی خاطر ایسے کسی عمل کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

حلال جانوروں کے دودھ میں اضافہ یا ان کو فربہ کے لئے حرام جانوروں سے ان کا اختلاط کرانا۔

اگر تجربہ سے یہ ثابت ہو کہ ایک جانور کا دوسری جنس کے جانور سے اختلاط کرانے سے اس کے دودھ میں اضافہ ہوجاتا ہے یا اس کا جسمانی حجم بڑھ جاتا ہے تو اس فائدہ کے حصول کے لئے ایسا کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو معلوم نہیں ہوتی۔ جہاں تک اس اختلاط کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کے حکم کا تعلق ہے تو فقہ کی کتابوں میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ بچہ ماں کے تابع ہوگا۔ اور بعض فقہاء کے نزدیک بچہ جس شکل میں پیدا ہوا ہے اس پر اسی جانور کا حکم لگے گا۔ لیکن ابوداؤد کی ایک روایت سے ایک جانور کی دوسری جنس کے جانور سے جفتی کرانے کی کراہت معلوم ہوتی ہے: انما يفعل ذلك الذين لا يعلمون (ابوداؤد: ۱/۳۴۷)

زینت کے طور پر جانوروں یا پرندوں کو پنجروں میں رکھنا:

کائنات کی تمام چیزیں، خواہ وہ ذی روح مخلوق ہوں یا غیر ذی روح مخلوق، انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: خلق لكم ما في الارض جميعا (البقرہ: ۲۹) اس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ جانوروں سے انسان کو جو فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں کھانے پینے کے علاوہ سواری، بار برداری، اور دیگر بے شمار فائدے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ولكم فيها منافع و مشارب (یٰس: ۷۳)

انہیں فوائد میں ایک زینت بھی ہے جس کی طرف اللہ کے فرمان: ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون (النحل: ۶) اور والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة (النحل: ۸) میں اشارہ موجود ہے۔ لہذا اگر زینت کے طور پر جانوروں اور پرندوں کو پنجروں میں رکھا جائے جیسا کہ چڑیا خانوں اور گھروں میں لوگ رکھتے ہیں اور انکی ضروریات یعنی کھانے پینے اور چارہ وغیرہ کا معقول نظم کیا جائے اور انہیں بیجا تکلیف نہ پہونچائی جائے تو اس میں کوئی شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ عہد رسالت میں بھی پرندوں کو بچوں کے کھیل کود کے لئے پکڑ کر رکھنے کا ثبوت ملتا ہے حضرت ابوعمیر بچے صحابی ہیں، انکے پاس نغیر (کنجشک) نامی پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتے تھے، وہ پرندہ مرگیا تو وہ بہت مغموم ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا: یا ابا عمير! ما فعل النغير؟ (صحیح مسلم، باب استحباب تحنیک المولود، (کتاب الآداب) ۲ حدیث نمبر ۵۷۴۷ الشمائل المحمدیہ للترمذی: حدیث نمبر ۲۳۹ ص ۱۲۲)

اگر ایسا کرنا شرعا جائز نہ ہوتا تو رسول ﷺ اس پر ضرور نکیر فرماتے۔

خونخوار جانوروں مثلاً شیر، چیتا، بھالو، سانپ اور خونخوار کتوں کو پنجروں میں بند کرکے یا باندھ کر رکھنے کا حکم:

اگر انکے رکھنے اور چارہ پانی کا معقول نظم ہو جیسا کہ چڑیا خانوں میں اور سرکار کی نگرانی میں یہ نظم ہوتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

جانوروں پر میڈیکل تجربات کرنے کا حکم:

بعض جانوروں پر میڈیکل تجربات بھی کئے جاتے ہیں، پہلے انہیں ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں یا دوائیں دی جاتی ہیں کہ وہ بیمار ہوں اور پھر انکے علاج کے لئے امکانی دواؤں کا تجربہ کیا جاتا ہے۔ اگر جانوروں پر اس طرح کے میڈیکل تجربات انسانوں کے فائدے اور ان کے اور جانوروں کے علاج معالجہ کی سہولت دریافت کرنے کے لئے کئے جائیں تو فائدے سے خالی نہیں ہیں اور شرعا جواز کے دائرے میں آتے ہیں۔

دواؤں کے لئے زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اسکے کسی عضو کو نکال لینا:

جسم انسانی کا کوئی جزء یا عضو اگر خراب اور معطل ہوجائے اور اس کی جگہ پر کسی جانور کے عضو سے پیوندکاری کی جائے یا دواؤں کے لئے کسی زندہ جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لیا جائے تو اس کے جواز پر تقریبا اتفاق ہے، خواہ اس کی وجہ سے اس جانور کی موت ہی کیوں نہ واقع ہوجائے؛ اس لئے انسانوں کی علاج و معالجہ کی ضرورت کے خاطر کسی جانور کو بے ہوش کرکے اس کے کسی عضو کو نکال لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں آپریشن کرکے نکالے گئے عضو کی جگہ پر کوئی آلہ رکھ دینا جو جانور کے لئے باعث تکلیف ہو یہ جائز نہیں ہوگا اور بظاہر اس کی ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی ہے۔

جن جانوروں کے شکار پر سرکار نے پابندی لگادی ہے، ان کے شکار کا حکم:

بعض جانوروں کی نسلیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور یہ بات ماحولیات کے لئے نقصان کا باعث بن رہی ہے، اس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے اس کے شکار پر پابندی لگادی گئی ہے۔ اس ضرورت کی بنا پر اگر حکومت کسی حلال جانور کے شکار پر پابندی عائد کرتی ہے تو یہ انسانوں کے مفاد عامہ کی خاطر ہے، لہذا اس کی تعمیل ہونی چاہئے، کسی ریاستی حکومت یا مرکزی حکومت کی طرف سے کسی جانور کو قومی جانور قرار دینے سے اس کی حلت و اباحت ختم نہیں ہوتی؛ اس لئے اس کی حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے کسی مصلحت کی خاطر یا فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے اس کے شکار یا ذبح سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ جہاں ایسے فتنے کا اندیشہ نہ ہو یا قانونی گرفت نہ ہو وہاں ایسی پابندی کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض دفعہ حکومت جنگلات میں شکار کرنے سے منع کرتی ہے، بعض نہروں اور جھیلوں پر پرندوں کے شکار سے روکتی ہے؛ کیوں کہ وہاں موسم کے لحاظ سے دور دراز علاقے کے پرندے آتے ہیں جن کو مہمانی پرندہ کہا جاتا ہے۔ قومی اور ملکی ضرورت و مصلحت کے پیش نظر ان سرکاری قوانین کی رعایت کرنی چاہئے، کیوں کہ شکار مباح ہی تو ہے، واجب نہیں ہے۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے یا کسی خاص قوم کی دل آزاری سے بچنے کے لیے حلال جانور سے پرہیز:

بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ اگر مسلمان ملے جلے معاشرہ میں رہتے ہوں، جہاں کوئی گروہ کسی خاص جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو اگر اس جانور کو ذبح کیا جائے تو اس سے اس کی دل آزاری ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے یا قانونا اس کے ذبح کرنے پر پابندی ہے تو مسلمانوں کا اس سلسلہ میں کیا رویہ ہونا چاہئے؟

اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ اللہ رب العزت نے جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے، اسے حرام قرار دینے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے، نہ کسی کے حرام کردینے سے وہ شی حرام ہوسکتی ہے، نہ ہی اسلامی نقطہ نظر سے کوئی جانور معبود ہے نہ مقدس۔ ہاں کسی مصلحت کی بنیاد پر وقتی طور پر اس سے روکا جاسکتا ہے، جیسا کہ کتابیہ عورت سے نکاح شرعا جائز ہے، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کو اس سے منع کیا تھا۔ حالاں کہ وہ اسکی حلت کو جانتے تھے اور ان صحابی کے دریافت کرنے پر آپ نے اس کا اعتراف بھی کیا؛ لیکن ان کے پیش نظر یہ مصلحت تھی کہ اس کی وجہ سے مسلم خواتین کی طرف سے بے رغبتی پیدا ہوگی۔ اور اگر مسلمان مردوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کی رغبت بڑھ جائے تو بڑی تعداد میں مسلم خواتین بغیر نکاح کے رہ جائیں گی پھر بیوی کی محبت بھی فطرتا ہوتی ہے پھر اولاد کا میلان بھی ماں کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح ان مردوں کے بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اور آنے والی نسل کے دین وایمان کا خطرہ ہے۔ اس مصلحت کی بنیاد پر بھی انہوں نے کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرمایا۔

عن شقيق بن سلمة قال: تزوج خذيفة بيهودية فكتب اليه عمر ان خل سبيلها، فكتب اليه حذيفة احرام هي؟ فكتب اليه عمر: لا، ولكني اخاف ان تواقعوا الموسات منهن۔ (احکام القرآن للجصاص الرازی ۲ ص ۴۰۸، المائدہ، تزوج الکتابیات)

اسی طرح ہندوستان جیسے ملے جلے معاشرہ میں جہاں کوئی گروہ کسی جانور کو معبود اور مقدس مانتا ہو اور اس کے ذبح کئے جانے سے اس گروہ کی دل آزاری ہوتی ہو اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوتی ہو یا قانونا اس کے ذبح پر پابندی ہو تو ایسے ماحول میں ہنگامہ اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے ماحول کی رعایت مناسب ہے۔

وبائی امراض سے بچنے کے لیے بعض جانوروں یا پرندوں کا قتل عام:

بعض دفعہ وبائی متعدی امراض کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر جانوروں کو ماردیا جاتا ہے، خاص کر مرغیوں کے مارنے کے واقعات بار بار پیش آتے رہتے ہیں، کبھی ان کو مارنے کے لئے زندہ گڑھوں میں دفن کردیا جاتا ہے، اور کبھی ان پر ایسڈ ڈال دیا جاتا ہے، سوال پیدا ہوتا کہ کیا امراض کے پھیلاؤ کے خوف سے انہیں مارا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو سب سے قیمتی بنایا ہے، اور بقیہ ساری مخلوق کو انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس لیے انسانی زندگی کی حفاظت سے زیادہ اہم ہے۔ وبائی امراض انسانی سماج کے لئے مہلک ہیں، اور ان کے پھیلنے سے بڑی تعداد میں انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے، لہذا اس کو روکنے کے لئے مرغیوں اور دوسرے جانوروں کو مارنے کی ضرورت پڑے تو شرعا اس کی اجازت ہے، البتہ انہیں مارنے کے لئے آسان طریقہ اختیار کیا جائے جس سے جانوروں کو کم سے کم تکلیف ہو۔ لیکن ان کو گڑھوں میں زندہ دفن کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اس میں جانوروں کو بیجا تکلیف پہونچانا ہے، البتہ انہیں ذبح کرکے یا گردن کاٹ کر ماردیا جائے پھر دفن کیا جائے تو مضائقہ نہیں، اسی طرح ایسڈ ڈال کر مارنے میں بھی جانوروں کی تعذیب ہے، اسلئے شرعا اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بہر حال غذائی ضرورت کی طرح وبائی امراض سے تحفظ اور اس کے پھیلاؤ کو روکنا انسانی سماج کی ضرورت ہے، جس کی خاطر جانوروں کو مارنے کی اجازت ہے، لیکن انہیں مارنے میں آسان سے آسان صورت اختیار کی جائے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا: ان الله كتب الاحسان على كل شي فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته (ابوداؤد: رقم الحدیث ۲۸۱۵)

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

کرناٹک کے انتخابی منظر نامے

کرناٹک میں رواں سال کے مارچ یا اپریل میں چناؤ ہونا ہے، جس کی چلت پھرت شروع ہوچکی ہے، ساؤتھ انڈیا میں بی جے پی اگر کہیں مضبوط ہے تو کرناٹک ہی میں ہے، کیرل میں اس کا ایک ایم ایل اے، تمل ناڈو میں صفر، آندھرا پردیش میں پندرہ، تلنگانہ میں چھ اور کرناٹک میں چالیس ایم ایل اے ہیں، کرناٹک ساؤتھ انڈیا کی واحد ریاست ہے، جہاں اس کی حکومت بنی، جس کے 1985 سے 1990 تک وائی ایس یدویورپا وزیر اعلیٰ رہے، ان پر کرپشن کے سنگین الزامات لگے اور جیل جانا پڑا، یدی یورپا بی جے پی سے خفا ہوکر پارٹی سے الگ ہوگئے، انہوں نے اپنی پارٹی بناکر چناؤ لڑا؛ لیکن صرف چھ امیدوار کامیاب ہوئے تو پھر لوٹ کر بی جے پی میں چلے آئے، ابھی موصوف کرناٹک بی جے پی کے صدر ہیں اور اگر پارٹی جیت جاتی ہے تو اس کے وزیر اعلیٰ ہوسکتے ہیں، کرناٹک میں گذشتہ پانچ سالوں سے کانگریس کی حکومت ہے، جس کے وزیر اعلیٰ سدھارمیا ہیں، کانگریس کے لیے کرناٹک بہت اہم ہے، کیوں کہ ساؤتھ انڈیا میں یہ اس کا واحد کھونٹا ہے اور پنجاب کے بعد اس کے قدر میں یہ دوسری اہم ریاست بچی ہے، جسے بچانے کی کانگریس ہر ممکن کوشش کرے گی۔

بی جے پی نے کرناٹک میں اپنی انتخابی مہم شروع کردی ہے، اس کا آغاز پدیاترا سے شروع ہوا، جسے ہری جھنڈی یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی ادتیہ ناتھ نے دکھائی، جو وزیر اعظم نریندر مودی کے بعد اپنی پارٹی کے سب سے مقبول لیڈر ہیں، کیوں کہ یوگی وہی بولتے ہیں جو پارٹی سننا اور ووٹروں کو سنانا چاہتی ہے، پدیاترا جس کا نام پریورتن یاترا کا نام دیا گیا ہے، کا آغاز کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ کرناٹک رام اور شیو کی پوجا کرنے کے بجائے ٹیپو سلطان کی پوجا کرتے ہیں، اگر وہ ٹیپو سلطان کی پوجا کرنا چھوڑ دیں تو پھر اس کی پوجا کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، یوگی نے یہ بھی کہا کہ وزیر اعلیٰ کرناٹک خود کو ہندو کہتے ہیں، اگر ہندو ہیں تو پھر ان کی ریاست میں بیف کیسے بکتا ہے، یوپی میں اسے بند کردیا گیا ہے، (یوگی کا اشارہ کرناٹک سرکار کے ذریعہ ٹیپو سلطان کی سالگرہ منانے کی جانب ہے) یوگی آدتیہ ناتھ جب تقریر کررہے تھے تو ان کی بغل میں یدی یورپا بھی بیٹھے ہوئے تھے، لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کی، اس تقریر کے دو روز بعد ایک بہت بڑے انگریزی روزنامہ کو انٹرویو دیتے ہوئے یدی یورپا نے کہا کہ کرناٹک کا چناؤ جذباتی موضوعات سے ہٹ کر صرف ترقی کے موضوع پر لڑا جائے گا، انہوں نے مرکزی وزیر اننت کمار ہیگڑے اور کرناٹک ہی کی بی جے پی ایم پی شوبھا سنہا کا نام لے کر کہا کہ ان جیسے تمام نوجوان لیڈروں کو اپنی حد میں رہ کر بیانات دینا چاہیے، متنازعہ باتوں سے بچنا اور ترقی کی باتیں کرنا چاہیے؛ لیکن انہوں نے یوگی آدتیہ ناتھ کا نام نہیں لیا؛ کیوں کہ موصوف پارٹی کے زیادہ اہم اور چہیتے لیڈر ہیں، یدی یورپا کے اس انٹرویو کے فوراً بعد پارٹی کے قومی صدر امیت شاہ بنگلور آئے اور انہوں نے یوگی سے دو قدم آگے بڑھ کر کہا کہ کرناٹک کے کانگریس وزیر اعلیٰ رمیا ہندو دشمن ہیں؛ اس لیے کانگریس کی حکومت کو اقتدار سے بے دخل کرنے کے لیے عوام آگے آئیں، یوگی آدتیہ ناتھ اور امیت شاہ دونوں کی تقریر سے ترقی یکسر طور پر غائب اور ہندوتو جذباتیت کا عنصر پوری طرح حاوی ہے، یہ دونوں اگر چاہتے تو کہہ سکتے تھے کہ کانگریس وزیر اعلیٰ رمیا نے بنگلور کو عوامی سہولیات فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں جو اس شہر کے لوگوں کا حق تھا، یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ بنگلور جو بھی آئی ٹی کا ملک کا سب سے بڑا مرکز تھا، اب نہیں رہا، کانگریس سرکار کی غلطی ہے، ان اہم اور عوامی باتوں کے بجائے ان دونوں لیڈروں نے اکثریتی فرقے کے ووٹروں کے جذبات کو انگیز کرنے والی باتیں کرکے واضح اشارہ دے دیا کہ گجرات چناؤ ہی کی طرح کرناٹک کا چناؤ بھی جذباتی Issues پر لڑا جائے گا، گجرات چناؤ میں ترقی پر اصرار نہیں تھا؛ بلکہ پاکستان، مسلمان اور احمد پٹیل کو وزیر اعلیٰ بنانے پر زور دیا گیا جو کامیابی کی وجہ بنا، بی جے پی کی کرناٹک مین کانگریس حکومت پر Anti Incumbecy کا بھی الزام لگا سکتی تھی، جو نہیں لگایا گیا، بی جے پی نے ہندو مسلم تفریق کا سوال اچھال کر کانگریس کو مواقع فراہم کرایا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بی جے پی ترقی کی بات اس لیے نہیں کررہی ہے؛ کیوں کہ اس کے پاس عوام کے سامنے ترقی کے نام پیش کرنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں، کانگریس اور بی جے پی کے ایک دوسرے پر کئے جارہے حملوں کے درمیان ووٹروں کو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوگا کہ ان دونوں میں سے کون ہندو مخالف، اصل ہندو، وطن دشمن، سماج دشمن اور کنٹر زبان کا حامی ہے، کرناٹک چناؤ کی اصل انتخابی مہم شروع سے پہلے ہی چناؤ اہم عوامی موضوعات سے دور ہوگیا ہے، کانگریس کے سینئر لیڈر اور وزیر اعلیٰ کرناٹک سدھارمیا نے کنٹر زبان کی زبردست حمایت، دلت اور او بی سی ووٹروں پر پکڑ اور مسلم ووٹ کی حمایت کے ساتھ لنگیات برادری کو اپنے ساتھ کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے، لنگیات کرناٹک کی سب سے بااثر اور مضبوط سیاسی طاقت ہے، لنگیات عملی طور پر ہندو ہیں؛ لیکن ادھر یہ زوروشور سے مطالبہ کررہے ہیں کہ ان کے دھرم کو ہندو دھرم سے الگ کرکے لنگیات ازم کہا جائے، وزیر اعلیٰ کرناٹک رمیا نے اس مطالبے میں لنگیاتوں کے ساتھ کھڑے ہیں، اس طرح انہوں نے اپنی پارٹی کے لیے ووٹروں کو مرکوز (Polaris) کرنے کا کام کرلیا ہے۔ یوگی آدتیہ ناتھ نے جب بنگلور کے جلسے میں بیف کا سوال اٹھایا تو اس کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ کرناٹک رمیا نے کہا کہ وہ ہندو ہیں اور بیف کو پسند نہیں کرتے ہیں، اس لیے نہیں کھاتے ہیں، لیکن وہ چاہیں تو کھا سکتے ہیں، یہ جواب بتا رہا ہے کہ بیف کے سلسلے میں ساؤتھ انڈیا کے لوگوں اور لیڈروں میں وہ جوش نہیں ہے جو Cow Belt ریاستوں (یوپی، مدھیہ پردیش، بہار، اتراکھنڈ، چھتیس گڑھ، ہریانہ اور جھارکھنڈ) میں ہے، بی جے پی نے وزری اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کو کرناٹک کے چناؤ میں اتارا ہے، یہ دیکھنا دلچسپ ہوگا کہ یہ اپنی بات کے لیے بی جے پی کی تعریف کرنی ہوگی کہ اس نے کرناٹک میں بہت پہلے ہی سے انتخابی موڈ اختیار کرلیا ہے، اب یہ دیکھنا ہوگا کہ کرناٹک کے انتخابی مہم میں کانگریس کی کیا حکمت عملی ہوتی ہے؟

ہندوستان: مسلمانوں پر تنگ ہوتا عرصۂ حیات

ہندوستان تکثیری سماج کی ایک منفرد شناخت رکھنے والا ملک ہے، یہ اعزاز دنیا میں کسی اور ملک کو حاصل نہیں ہے، یہاں بے شمار مذاہب کے ماننے والے، بے شمار زبانیں بولنے والے اور مختلف کلچر پر عمل کرنے والے ایک دوسرے کے ساتھ پرامن بقائے باہم کے طرز پر صدیوں سے زندگی گذارتے آرہے ہیں، یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں اختلاف رائے بھی ہوا ہے اور اس کی کئی مثالیں بھی موجود ہیں، لیکن حالیہ برسوں میں ہندوستان میں جو صورتحال پیدا ہوئی ہے، وہ ہندوستان کی قدیم تکثیری روایات کی دھجیاں اڑا رہی ہیں، ہندوستان میں مسلمان کئی صدیوں تک حکمراں رہے ہیں اور یہاں انہوں نے ہندوستانی روایات اور کلچر کو فروغ دینے میں مثالی کارنامے انجام دیئے ہیں، اس ملک کے چپہ چپہ پر مسلمانوں کی حکمرانی کی نشانیاں موجود ہیں اور ہندوستانی کلچر کو ترقی دینے اور اسے دنیا بھر میں منفرد مقام دلانے میں بھی مسلمانوں نے دیرپا اثرات چھوڑے ہیں، آج اسی ملک میں مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کیا جانے لگا ہے، مسلمانوں کو مختلف حیلے بہانوں کے ذریعہ نشانہ بنایا جارہا ہے، خاص طور پر مرکز میں نریندر مودی کی قیادت والی بی جے پی حکومت کے اقتدار پر آجانے کے بعد سے مسلمانوں کو نشانہ بنانے کے واقعات میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے، ایسا تاثر عام ہونے لگا ہے کہ یہ حملے اور اس طرح کے واقعات محض اتفاق نہیں ہیں؛ بلکہ ایک منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ یہ کام کیا جارہا ہے، اس ساری کوشش کا مقصد مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، ہندوستان کی ہر ریاست میں فرقہ پرست عناصر اپنے ناپاک عزائم کو آشکار کرنے میں لگے ہوئے ہیں، وہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کا کھلے عام اظہار کررہے ہیں، مسلمانوں کو ٹی وی چینلوں پر بیٹھ کر کھلے عام دھمکیاں دی جارہی ہیں، انہیں پاکستان چلے جانے کو کہا جارہا ہے، کچھ گوشوں سے یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ مسلمان اس ملک کے وفادار نہیں ہیں اور انہیں ہر گذرتے دن کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرنے کو کہا جارہا ہے، حد تو یہ ہوگئی ہے کہ محض بیف رکھنے کے شبہ میں درجنوں مسلمانوں کو موت کے گھات اتار دیا گیا ہے، جبکہ یہ الزامات بعد میں درست ثابت بھی نہیں ہوئے ہیں، ابھی عدالتوں میں اس کا تصفیہ ہونا باقی ہے، ہندوستانی کلچر کو اس حد تک عدم رواداری کردیا گیا ہے کہ ایک گائے کی حفاظت کے نام پر کئی انسانوں کا قتل کیا جارہا ہے، ان کا خون ناحق بہایا جارہا ہے اور انہیں روکنے اور ان عناصر پر لگام کسنے والا کوئی نہیں ہے، حکومت اور سرکاری ادارے محض خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، کچھ گوشوں سے بھی لب کشائی کی جاتی ہے تو وہ بھی ذو معنی ہوتی ہے اور اس سے حملہ آوروں کی حوصلہ شکنی نہیں ہوتی؛ بلکہ ان کے حوصلے بلند ہوجاتے ہیں، اس طرح کی کارروائیاں رکنے کا نام نہیں لے رہی ہیں؛ بلکہ افسوس اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان واقعات میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اور جن ریاستوں میں ایسا ہورہا ہے، وہاں کی حکومتیں تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ دادری میں محمد اخلاق کے قتل سے شروع ہوا اور اب سلسلہ مستقل جاری ہے اور کہیں نہ کہیں اس طرح کے واقعات رونما ہورہے ہیں، درمیان میں ایسی درجنوں مثالیں موجود ہیں، جب مسلمانوں کو بلاوجہ اور محض شک کی بنیاد پر نشانہ بناتے ہوئے انہیں قتل کردیا گیا، کئی افراد ان فرقہ پرستوں کے حملوں میں زخمی ہوگئے ہیں اور حیرت اس بات پر ہے کہ کسی ایک واقعہ میں حکومت نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا ہے، نہ مہلوکین کئے لواحقین کو کوئی معاوضہ دیا گیا ہے اور نہ ہی زخمیوں کو علاج کے لیے کوئی مدد فراہم کی گئی ہے، الٹا ان متاثرین کو بعد میں خود حملہ آوروں کی فرضی شکایات اور شبہات کی بنیاد پر مقدمات درج کرتے ہوئے ہراساں و پریشان کیا گیا ہے، انہیں مرنے والوں کا غم منانے کا موقع دیئے بغیر عدالتوں کے چکر کاٹنے پر مجبور کردیا گیا ہے، محمد اخلاق ہو کہ پہلو خاں، ایک معصوم نوجوان جنید خاں ہو کہ چلتی ٹرین میں حملہ کا شکار ہونے والے مسلم علماء کرام ہوں، سبھی کو اشرار نے اپنی شرپسندی کا نشانہ بنایا اور ان سارے واقعات میں مسلمانوں سے نفرت کا جذبہ کارفرما دکھائی دیتا ہے، یہ وہ جذبہ ہے جو سیاسی جماعتیں اپنے حقیر سیاسی مفادات کے لیے مسلسل فروغ دیتی جارہی ہے، بی جے پی اور اس کی ہم قبیل تنظیمیں مسلسل ملک میں مسلمانوں کے تعلق سے نفرت پیدا کرنے میں مصروف ہیں، اور اس کے اثرات ہمارے سماج میں اب سرایت کرتے نظر آنے لگے ہیں، یہ صورتحال ملک کے لیے اچھی نہیں کہی جاسکتی، اس کی وجہ سے سماج میں دو اہم فرقوں اور طبقات کے مابین ایسی خلیج پیدا ہورہی ہے جس کو اگر فوری پاٹا نہیں گیا تو حالات کو قابو میں کرنا آسان نہیں رہ جائے گا، اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس سماج میں بے چینی کو فروغ دیا جاتا ہے، وہاں امن و آشتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے، جہاں امن متاثر ہوجاتا ہے وہاں ترقی ممکن نہیں رہ جاتی، ہندوستان ایک تیزی سے ترقی کرتا ہوا ملک ہے اور ایسے ملک میں سب سے بڑی اقلیت اگر خود کو محفوظ تصور نہیں کرپاتی ہے تو یہ افسوسناک صورتحال ہی کہی جاسکتی ہے، اس کا ازالہ کرنا حکومتوں کا کام ہے، ملک میں قانون کی بالادستی کو یقینی بنانا نفاذ قانون کی ایجنسیوں اور اداروں کے ذمہ ہے، لیکن یہ ادارے اور ہماری حکومتیں اس ذمہ داری کی تکمیل میں افسوسناک حد تک ناکام ثابت ہورہی ہے، ہماری پولیس اور دیگر ایجنسیوں کو اس طرح کے واقعات میں کسی جانبداری سے گریز کرنے کی ضرورت ہے، اور انہیں پیشہ وارانہ دیانت کے ساتھ اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرکے مثال پیش کرنی چاہیے۔ آج ملک کی صورتحال اس قدر افسوسناک ہوگئی ہے کہ یہاں اقلیتیں خود کو محفوظ تصور نہیں کررہی ہیں، مک کی کئی ریاستوں میں گاؤں اور دیہاتوں کی صورتحال ایسی ہوگئی ہے، جہاں مسلمان اندیشوں میں گھرے ہوئے اپنی زندگی گذارنے پر مجبور ہورہے ہیں، وہ محض شکوک اور الزام کی بنیاد پر ہلاک کئے جارہے ہیں، انہیں اپنے گاؤں میں محنت و مزدوری کرتے ہوئے پُرسکون زندگی گذارنے کا موقع نہیں دیا جارہا ہے، انہیں سماجی بائیکاٹ جیسی صورتحال کا شکار کردیا گیا ہے اور انہیں خود اپنے ہی گاؤں میں یکا و تنہا اور قومی دھارے سے الگ کردیا گیا ہے، یہ صورتحال ایک تیزی سے ترقی کرتے ہوئے ملک کے لیے اچھی نہیں ہوسکتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان بھی اس ملک میں اتنے ہی حقوق رکھتے ہیں جتنے حقوق دستور ہند نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو دیئے ہیں، مسلمان اس ملک میں دوسرے درجہ کے شہری نہیں ہیں، ملک کے دستور میں ان کے حقوق واضح کردیئے گئے ہیں اس ملک کے لیے مسلمانوں نے بھی بے مثال قربانیاں ہے، حکومتیں بھی اس بات کی معترف رہی ہیں اور ملک کا چپہ چپہ مسلمانوں کے اہم رول کی گواہی دیتا ہے؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مٹھی بھر شرپسند عناصر اور فرقہ پرست طاقتیں اس ملک کی انفرادیت کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہیں، یہ طاقتیں اس ملک کو سیکولر رکھنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہیں، وہ اس ملک کو ہندو راشٹر بنانا چاہتی ہیں، انہیں اپنے عزائم اور منصوبوں کی وجہ سے مسلمانوں کو نشانہ بنانے کا عمل پوری شدت کے ساتھ شروع کردیا گیا ہے، کسی گوشے میں اعلان کیا جاتا ہے کہ 2021 تک اس ملک کو مسلمانوں سے پاک کردیا جائے گا، کسی وزیر کی جانب سے مشورہ دیا جاتا ہے کہ مسلمان پاکستان چلے جائیں، کسی تنظیم کی جانب سے مسلمانوں کو نشانہ بنانے کا کوئی نیا طریقہ ایجاد کیا جاتا ہے، ان سب کا نتیجہ یہی ہے کہ مسلمان اپنے گاؤں میں اور اپنے شہروں میں محفوظ نہیں ہیں اور اب حد تو یہ ہوگئی ہے کہ مسلمان اس ملک میں دوڑنے والی ٹرینوں میں بھی محفوظ نہیں رہ گئے ہیں، انہیں صرف نفرت کی وجہ سے چلتی ہوئی ٹرین میں پیٹ پیٹ کر ہلاک کردیا جاتا ہے، یا پھر زخمی کردیا جاتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومتیں صورتحال کی سنگینی کو سمجھیں، ان کا جو دستوری فریضہ سارے عوام کی جان و مال کی حفاظت کا ہے، اس کو پورا کریں، عصبیت کا شکار ہوئے بغیر فرائض کی انجام دہی کے ذریعہ صورتحال کو بہتر کیا جاسکتا ہے، جو عناصر ملک کی تکثیری انفرادیت کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرتے ہوئے انہیں دوسروں کے لیے نشان عبرت بنایا جانا چاہیے، تاکہ حالات کو مزید ابتر ہونے سے بچایا جاسکے۔

مدارس اسلامیہ نے ملک وملت کو کیا دیا؟

مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف

آج بعض شوریدہ سروں کی جانب سے یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے ملک کو کیا دیا؟

یہ سوال اسی طرح احمقانہ ہے؛ جیسے کوئی نالائق فرزند اپنے خون جگر سے پالنے والی ماں سے یہ سوال کرے کہ تم نے ہمیں کیا دیا؟ یا زندگی کی ساری توانائیاں نچھاور کر دینے والے شوہر سے اس کی بے وفا بیوی دریافت کرے کہ میں تمہارا کیا جانتی ہوں؟ اور جسم وجان کے تمام لہو نچوڑ کر پروان چڑھانے والے مالی سے چمن کا کوئی پھول یہ پوچھے کہ اس چمن کی تعمیر میں تمہارا کیا حصہ ہے؟

یہ ملک اگر آج بچا ہوا ہے، تو یہ مدرسوں کی ہی دین ہے، ورنہ برطانوی قزاق کب کا اس کو ہڑپ چکے تھے، اس کے خلاف کسی کو دم مارنے کی بھی مجال نہ تھی، اس ملک کے اکثر لاچار باشندے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر چکے تھے۔ یہ مدرسہ والوں اور علماء زمانہ ہی کا دل گردہ تھا کہ انگریزی استعمار کے سامنے آئے اور برطانوی سامراج کے خلاف تحریک آزادی شروع کی آزادی ہند کی دوسوسالہ طویل جدوجہد میں سب سے لمبے عرصے تک جس قوم نے اپنی جرأت واستقامت کا مظاہرہ کیا، وہ انہی مدرسوں کے طلبہ وفضلاء تھے۔ انگریزی رپورٹ کے مطابق دہلی کے چاندنی چوک سے لاہور تک کی طویل شاہراہ کے ہر درخت پر آزادی کے جن متوالوں کی لاشیں لٹک رہی تھیں، ان میں مدرسہ والوں کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں تھا، جنگ آزادی کے طویل دورانیہ میں سب سے زیادہ جس سخت جان قوم نے اپنی قربانیوں سے اس ملک کو لالہ زار کیا وہ علماء دین کی جماعت تھی، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید، حافظ ضامن شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، اور علماء دیوبند، علماء تھانہ بھون، علماء صادق پور، پٹنہ سے لیکر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی، مولانا مظہر الحق اور مولانا ابوالکلام آزاد تک پوری ایک خون آلود زنجیر ہے، جس پر علماء کے لہو کے نشانات چمک رہے ہیں۔

ملک کی آزادی میں جن اہل وطن نے حصہ لیا، ان کے ہراول دستہ میں یہ علماء آپ کو نظر آئیں گے، خود بابائے قوم گاندھی جی کو اس جنگ میں شریک کرنے ولے یہ علماء ہی تھے، اور مہاتما کا خطاب بھی ان کو مدرسہ والوں سے ملا تھا، بمبئی کے ساحل پر ان کے استقبالیہ جلوس کی قیادت بھی اہل مدارس نے کی تھی۔ جب کانگریس اور مسلم لیگ جیسی سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں تو ان دونوں کی سرپرستی مسلم امت کی طرف سے علماء ہی نے کی، بہار میں گاندھی جی کے قدم جم نہیں سکتے تھے اگر مولانا مظہر الحق نے ان کا ساتھ نہ دیا ہوتا۔ ملک کے طول وعرض میں سب سے زیادہ ملک کو بچانے کی جس طبقہ نے کوششیں کیں، اسی سے آج کی نسل یہ سوال کر رہی ہے کہ تم نے اس ملک کے لئے کیا کیا؟ آج اسی جماعت کو ملک کے لئے بوجھ تصور کیا جا رہا ہے، اسی سے وفاداری کی سند مانگی جا رہی ہے، انسانیت کے جن کارخانوں نے ملک کی حفاظت کے لئے سرفروش مجاہدین کی پوری کھیپ تیار کی، ان کو آج کے ناقدرشناس بند کر دینے کی سازشیں رچ رہے ہیں۔

علماء نے اس ملک کی خدمت عبادت سمجھ کر کی، اس لئے کہ ان کا دین ان کو یہ سکھاتا ہے کہ وطن کی محبت ان کے ایمان کا حصہ ہے، انہوں نے ملک کی آزادی کی تحریک کو بھی عبادت کا درجہ دیا ہے، اس ملک کے اکثر لوگ تحریک آزادی کے آخری ادوار میں شامل ہوئے، ابتدائی اور وسطی دور میں ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا، بلکہ بہت سے تو وقت کے سامراج کے ساتھ اپنی وفاداریاں نبھانے میں مصروف تھے۔ ان پیچھے آنے والوں میں بھی بہت سے تخت وتاج کی امیدیں لئے اس کارواں میں شریک ہوئے تھے، چنانچہ علماء نے اپنا کام مکمل کر کے آزادی کے بعد پھر اپنی اسی پرانی چٹائیوں پر لوٹ گئے، اور درس وتدریس کے اپنے قدیمی مشغلے میں لگ گئے، اور ملک وملت کے لئے ایک نسل نو کی تیاری میں منہمک ہو گئے، کیونکہ انہوں نے ملک کو بچانے اور آزاد کرانے کا کام عبادت سمجھ کر کیا تھا، عہدہ ودولت کی طمع لے کر نہیں۔

ملک کی آزادی کے علاوہ اس ملک کی تعمیر میں بھی مدرسہ کے فضلاء نے بنیادی کردار ادا کیا ہے، انہوں نے نہ صرف مدرسے قائم کئے بلکہ اس ملک کی کئی بنیادی اہم یونیورسیٹیاں علماء کی قائم کردہ ہیں، مشہور زمانہ مسلم یونیورسٹی مولانا مملوک علی نانوتوی کے شاگرد اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رفیق درس مولانا سرسید احمد خاں نے قائم کی، جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد مولانا محمد علی جوہر اور حضرت شیخ الہند نے ڈالی، جامعہ عثمانیہ (یونیورسیٹی) حیدرآباد اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی پٹنہ کی ساخت وپرداخت میں علماء کا خون جگر شامل ہے، یونیورسیٹیوں کی تاریخ میں مولانا یعقوب نانوتوی (ابتدائی دور) علامہ مناظر حسن گیلانی، مولانا عبدالباری ندوی، اور ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی وغیرہ کے روشن ناموں کو کبھی مٹایا نہیں جا سکتا، علماء کی ان کوششوں اور ان کی تیار کردہ یونیورسیٹوں سے نہ معلوم اس ملک کو کتنے ہزاروں آئی اے ایس افسران، ڈاکٹرز، انجینیرز اور ملک وملت کے معمار ملے، جنہوں نے اس ملک کو دنیا کے ترقی پذیر ملکوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ جمعیۃ علماء ہند، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، مسلم پرسنل لا بورڈ اسلامک فقہ اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند اور آل انڈیا ملی کونسل وغیرہ کئی اہم ملی تنظیمیں علماء کی محنتوں کے شاندار نمونے ہیں جن کے بغیر آج ہندوستان میں ملت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے قبل حضرت مولانا ابوالمحاسن سجاد نے بہار میں ایک سیاسی پارٹی قائم کی اور بہار میں اس پارٹی نے اپنی حکومت بنائی۔ ابھی بھی مسلم علماء کی ایک تعداد پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں موجود ہے۔ اردو جو اس ملک کی بلکہ پوری دنیا کی دوسری سب سے زیادہ بولی جانی والی زبان ہے اسی طرح عربی زبان، ان کا زیادہ تر انحصار انہی مدارس اسلامیہ پر ہے، انہی مدرسوں سے اردو اور عربی کے لٹریچرز بھی تیار ہوتے ہیں، اور بولنے اور لکھنے والی ٹیم بھی۔ آج اکثر سرکاری یا غیر سرکاری دفاتر یا یونیورسیٹیوں، اداروں یا سفارت خانوں میں اردو یا عربی کے پوسٹ پر اسی (۸۰) فیصد لوگ مدارس ہی کے تیار کردہ ہیں، اور اہم بات یہ ہے کہ ان میں اکثریت ان مدارس کی ہے جنہوں نے اپنی بیش بہا خدمات کا حکومت سے کوئی صلہ طلب نہیں کیا اور جن کے بجٹ میں حکومت کا ایک پیسہ شامل نہیں ہے، ایسے بے لوث خادموں کی ایسی فضیحت کی جائے گی؛ پچھلے دنوں کبھی یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا۔

علماء کی چونکہ مذہبی ذمہ داریاں بھی ہیں، اور اس ملک کی سب سے بڑی اکثریت کے دینی اور ملی ڈھانچہ کے محافظ ہیں، دنیا کے سب سے معقول اور طاقتور مذہب کی نمائندگی کی ذمہ داریاں بھی ان کے کاندھے پر ہیں، اس لئے وہ اپنا زیادہ تر وقت عزیز اس متاع گرانمایہ کے تحفظ وتعمیر پر خرچ کرتے ہیں، اس لئے کہ اس کی تعمیر وپرداخت کے لئے حکومت یا عام لوگوں کے پاس نہ وقت ہے اور نہ کوئی دلچسپی، جب کہ بحیثیت امت یہی سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔

اس کے علاوہ مذہبی علوم کا تحفظ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ بھی ہے، اور آئینی حق بھی، اور اس فریضہ کو سب سے بہتر انداز میں صبر وبرداشت کی پوری قوت کے ساتھ علماء کے علاوہ کون انجام دے رہا ہے؟ اور اگر علماء یہ کام نہ کریں اور مدرسے خدانخواستہ بند کر دیئے جائیں تو مسجدوں میں نماز پڑھانے والے ائمہ کہاں سے آئیں گے؟ جنازے کون پڑھائے گا؟ نماز وروزہ وغیرہ کے شرعی مسائل کون بتائے گا؟ پھر کیا ہوگا اس ملک کا اور امت مسلمہ کا؛ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس طرح کی بے موقع بولیاں بولنے والے کتنے احمق ہیں کہ جب ملک میں دوسری جماعتیں مذہبی احیاء پرستی کے فروغ کیلئے آگے بڑھ رہی ہیں اور دوسرے مذاہب والے اپنے آئینی حقوق کا استعمال کرنے کے لئے حدود سے آگے تک جانے پر بضد ہیں، ایسے موقع پر مسلمانوں کے مذہبی ادارے اور مدرسے بند کرنے کی بات کرنے کو فکر ونظر کے دیوالیہ پن کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

مسلمان ہونے کی سزا بھگت رہے اسکول کے بچے

گیتا پانڈے (بی بی سی نیوز دہلی ۱۴/جنوری ۲۰۱۸ء)
ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

ایسے اسکول یا کھیل کے میدان خطرناک ہو سکتے ہیں، جہاں بچوں کو الگ تھلگ کر دیا جاتا ہے یا پھر پریشان کیا جاتا ہے۔ بچیا کثر شکل وصورت، رنگ، کھانے پینے کی عادتوں، لڑکیوں سے نفرت، ہوموفوبیا، اور ذات پات کے ذریعہ اپنے برابر والوں کو تکلیف پہونچاتے ہیں، اور اب آئی ایک نئی کتاب کے مطابق ہندوستان اور پوری دنیا میں بڑھتے اسلاموفوبیا کی وجہ سے کئی مشہور ومعروف اسکولوں میں مسلم بچوں کو ان کی مذہبی شناخت کی بنیاد پر نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ مصنفہ نازیہ ارم نے اپنی کتاب ''مدرنگ اے مسلم'' کے لیے ۱۲/شہروں میں ۱۴۵/خاندانوں اور دہلی کے ۲۵/مشہور ومعروف اسکولوں میں پڑھنے والے ایک سو بچوں سے بات کی، وہ بتاتی ہیں کہ پانچ سال کے بچے بھی نشانے پر لیے جا رہے ہیں۔ ''یہ مذاق نہیں پریشان کرنا ہے۔'' نازیہ ارم نے بی بی سی کو بتایا کہ ''اپنے ریسرچ کے دوران میں حیران رہ گئی، میں نے سوچا نہیں تھا کہ ان ہائی پروفائل اسکولوں میں بھی ایسا ہو رہا ہے، جب پانچ سال اور چھ سال کے بچے کہتے ہیں کہ انہیں پاکستانی یا دہشت گرد کہا جا رہا ہے، تو آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ اسکول سے کیا شکایت کریں گے؟ اس میں سے بہت ساری باتیں مذاق میں کہی جاتی ہیں، ہنسنے کے لیے کہی جاتی ہیں، ایسا لگ سکتا ہے کہ اس مذاق کا کوئی نقصان نہیں ہے، مگر ایسا نہیں ہوتا ہے، یہ دراصل بدمعاشی ہے اور ہراساں کرنے کی کوشش ہے۔''

ارم نے اپنی کتاب کے لیے جن بچوں سے بات کی، انہوں نے بتایا کہ کون سے سوال ان سے کیے جاتے ہیں، کیا کیا تبصرے ان کے اوپر کیے جاتے ہیں: ''کیا تم مسلمان ہو؟ میں مسلمانوں سے نفرت کرتا ہوں، کیا تمہارے ماں باپ گھر پر بم بناتے ہیں؟ کیا تمہارے پاپا طالبان میں ہیں؟ وہ پاکستانی ہے، وہ دہشت گرد ہے، اسے غصہ مت دلاؤ، وہ تمہیں بم سے اڑا دے گی، وغیرہ وغیرہ۔ کتاب کے لانچ ہونے کے بعد اسکولوں میں مذہبی بنیاد پر نفرت کے تعلق سے بحث شروع ہوگئی ہے۔ ہندوستان کی ۱.۳/ارب آبادی میں سے ۸۰/فیصد آبادی ہندو ہے، مسلمان ۱۴.۲/فیصد ہیں، ویسے تو زیادہ تر وقت دونوں فرقے امن سے رہے ہیں، لیکن ۱۹۴۷ء میں جب ایک ملک سے ہندوستان اور پاکستان دو ملک بن گئے تب سے اندر ہی اندر نفرت کا لاوا ابل رہا ہے۔ تقسیم کے وقت بہت خون خرابا ہوا اور تقریباً دس لاکھ لوگ فرقہ وارانہ فساد میں مارے گئے۔ ارم کہتی ہیں کہ مسلم مخالف تبصرے ۱۹۹۰ء کی دہائی میں تشدد پسند ہندوؤں کے ذریعہ بابری مسجد شہید کرنے اور اس کے بعد ہوئے فرقہ وارانہ فساد کے بعد سے ہی کیے جا رہے ہیں۔ مگر حالیہ چند سالوں میں ان میں اور زیادہ تشدد در آیا ہے۔ ۲۰۱۴ء میں جب وہ پہلی بار ماں بنیں تو ان کو اس کا زیادہ احساس ہوا، وہ کہتی ہیں ''جب میں نے اپنی بیٹی مائرہ کو بانہوں میں لیا تو پہلی بار مجھے خوف کا احساس ہوا۔'' وہ تو بیٹی کو ایسا نام دینے کے بارے میں بھی فکرمند تھیں جس سے پتہ چلے کہ وہ مسلم ہے۔ ہندستان میں اس وقت مذہبی پولرائزیشن کا دور تھا، بی جے پی پولرائزیشن کی سیاست کر رہی تھی اور اسی کی بنیاد پر وہ اقتدار پر قابض ہوئی۔ ہندو راشٹر واد کا جذبہ بہت زیادہ بڑھ گیا، کچھ ٹی وی چینلوں نے بھی مسلمانوں کی خراب شبیہ پیش کرتے ہوئے ان کو حملہ آور، ملک مخالف، باہری اور ملک کے تحفظ کے لیے خطرہ قرار دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔ پوری دنیا میں ایسا ہو رہا ہے۔ ارم کہتی ہیں ''۲۰۱۴ء میں ایک مسلمان کی حیثیت سے میری پہچان آگے ہوگئی اور دیگر سبھی پہچانیں چھپ گئیں اس کے بعد سے یہ خلیج اور وسیع ہوتی چلی گئی ٹی وی پر نفرت انگیز بحثوں نے مزید آگ میں گھی کا کام کیا اور اب وہ نفرت بڑوں سے بچوں کے اندر بھی پھیل گئی ہے۔ کھیل کے میدان، اسکول، کلاس، اسکول بس اور کینٹین تک میں مسلم بچوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، انہیں الگ تھلگ کیا جاتا ہے، انہیں پاکستانی، آئی ایس، بغدادی اور دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ اپنی کتاب میں ارم نے کچھ بچوں کی آپ بیتی بتائی ہے، جو بہت ہی خوفناک ہے۔ ایک پانچ سال کی بچی اس بات سے ڈری ہوئی ہے کہ مسلم آ رہے ہیں اور وہ ہمیں مار دیں گے، المیہ یہ ہے کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ وہ خود مسلم ہے، ایک دس سال کے بچے کو اس وقت بہت شرمندگی اور غصہ محسوس ہوا جب یورپ میں ایک دہشت گردانہ حملہ کے بعد اس کے ایک درسی ساتھی نے اس سے پوچھا ''یہ تم نے کیا کیا؟''

اگر اس مسئلہ کو حل نہیں کیا گیا تو یہ ٹی وی پر رات نو بجے کی بحثوں یا اخباروں کی سرخیوں تک محدود نہیں رہے گا، کیوں کہ نفرت سب کچھ نگل جاتی ہے، اس کا اثر ہراساں کرنے والے اور ہراساں کیے جانے والے دونوں پر پڑے گا۔

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

ٹرمپ نسل پرست ہیں: ہیلری کلنٹن

ہیلری کلنٹن نے امریکی صدر ٹرمپ کے ہیتی اور افریقی ممالک کے خلاف تحقیر آمیز بیان پر شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ ٹرمپ نسل پرست ہیں۔ ہیتی میں آنے والے تباہ کن زلزلے کے ۸/سال مکمل ہونے پر ہیلری کلنٹن نے اپنے ٹوئٹ میں کہا کہ اس سانحے کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور جس طرح سے ہیتی کے عوام نے اس کا مقابلہ کیا اسکی مثال نہیں ملتی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ سانحات سے نمٹنے کے لیے امریکہ کی جانب سے ہمسایہ ممالک کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف ٹرمپ اس الزام کو مسترد کر چکے ہیں اور کہا ہے کہ انہوں نے کسی قسم کا کوئی نازیبا بیان نہیں دیا ہے۔ (بحوالہ شمس ٹائمز حیدر آباد)

روہنگیا امداد کے باوجود غذائی قلت کا شکار ہیں: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے حالیہ سروے میں پتہ چلا ہے کہ بنگلہ دیش میں حال میں آئے ۹۰/فیصد روہنگیا پناہ گزین ہنگامی غذائی امداد ملنے کے باوجود غذائی قلت کے شکار ہیں۔ اقوام متحدہ کے نائب ترجمان فرحان الحق نے بتایا کہ تقریباً ۹۰/ہزار لوگوں کو ڈبلیوایف پی کے ای واؤچر پروگرام سے جوڑا گیا ہے، جس کے تحت انہیں پری پیڈ ڈیبٹ کارڈ دیا جاتا ہے۔اس کارڈ میں دستیاب فنڈز سے چاول، تازہ سبزیاں، انڈے، خشک مچھلی سمیت کئی طرح کے کھانے کی اشیا خرید سکتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ نئے آنے والے پناہ گزینوں کے لئے ڈبلیوایف کھانے کی تقسیم کے پروگرام میں مزید اضافہ کرے گا، جس سے انہیں چاول، تیل اور دال مل سکے۔ (ڈیلی آفتاب سری نگر)

پاکستان کو ہم سے دشمن کی طرح برتاؤ نہیں کرنا چاہیے: اسرائیلی وزیر اعظم

اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کا کہنا ہے کہ ہم پاکستان کے دشمن نہیں لہذا پاکستان کو بھی ہم سے دشمن کی طرح برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو ان دنوں ہندوستان کے دورے پر ہیں، جہاں دونوں ممالک کے درمیان مختلف معاہدوں پر دستخط بھی کیے گئے ہیں۔ جب کہ دہلی اور ممبئی سمیت کئی شہروں میں نیتن یاہو کے دورہ کے خلاف احتجاجی مظاہرے جاری ہیں۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

شمالی یورپ میں شدید طوفان سے نظام زندگی مفلوج، ۸/افراد ہلاک

شمالی یورپ کے ممالک میں آنے والے والے شدید طوفان نے نظام زندگی درہم برہم کر دیا ہے، جب کہ مختلف واقعات میں اب تک ۸/افراد ہلاک اور درجنوں مکانات تباہ ہوگئے ہیں۔محکمہ موسمیات کے مطابق شمالی یورپ میں چلنے والی تند و تیز ہواؤں کی رفتار ۱۴۰/کلومیٹر فی گھنٹہ ہے اور یہ طوفان جرمنی سے پولینڈ تک پہنچ جائے گا۔شمالی یورپ میں آنے والے طوفان کی وجہ سے برطانیہ میں بھی تیز اور سرد ہواؤں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، جس کے باعث بہت سے درخت گر گئے ہیں اور درجنوں علاقوں میں بجلی کی فراہمی منقطع ہوگئی ہے۔ (نیوز ایکسپریس)

قزاقستان میں چلتی بس میں آگ لگی، ۵۲/مزدور جاں بحق

قزاقستان سے روس جانے والی ایک بس میں آتشزدگی سے ۵۲/افراد زندہ جل کر ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ قزاقستان کی وزارت ایمرجنسی سروسز کے مطابق بس میں ۲/ڈرائیوروں سمیت ۵۷/افراد سوار تھے، جن میں سے ۵ لوگ بس سے باہر نکل کر جان بچانے میں کامیاب رہے، جب کہ باقی افراد جھلسنے کے باعث موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ ہلاک ہونے والے تمام افراد ممکنہ طور پر ازبک باشندے تھے اور ہجرت کر کے کام کرنے والے مزدور تھے جو روس جا رہے تھے۔ پولیس نے شارٹ سرکٹ کو آگ لگنے کی وجہ قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ بس میں گنجائش سے زیادہ افراد سوار تھے۔ یہ واقعہ ملک کے شمال مغربی علاقے اکتاؤ میں پیش آیا۔ (نیوز ایکسپریس)

آسٹریلیا میں ڈرون کی مدد سے ڈوبتے ہوئے دو نوجوانوں کو بچایا گیا

خاص طور پر زندگی بچانے کے لیے بنائے گئے ایک نئے ڈرون ''دی لیٹل رپر یو اے وی'' کی مدد سے آسٹریلیا میں دو نوجوانوں کو ڈوبنے سے بچایا گیا ہے۔ پندرہ سے سترہ سال کے دو نوجوان آسٹریلوی ریاست نیو ساؤتھ ویلز کے ساحلی علاقے لینوکس ہیڈ میں سرفنگ کر رہے تھے۔اچانک ساحل پر موجود ایک شخص نے دیکھا کہ وہ مشکل میں ہیں۔ جان بچانے والے عملے نے فوراً ڈرون بھیجا جس نے سمندر میں ''ریسکیو پوڈ'' گرایا اور دونوں لڑکے اس کے ذریعے باحفاظت ساحل تک پہنچ گئے۔ جان بچانے والے عملے کے نگراں جے شیراڈن کا کہنا تھا کہ ''یہ ایک ناقابل یقین تجربہ تھا، دی لیٹل رپر یو اے وی نے اپنے آپ کو ثابت کر دیا۔ یہ جان بچانے کے لیے انتہائی مؤثر اور مفید ہے اور اسے اُڑانے کا اپنا ہی لطف ہے۔'' (بی بی سی لندن)

امریکہ نے فلسطین کی امداد روکی

امریکہ نے فلسطین میں فلاحی منصوبوں کے لیے اقوام متحدہ کے ذریعے دی جانے والی ساڑھے چھ کروڑ ڈالر کی امداد روکنے کا اعلان کیا ہے۔امریکہ نے نے اقوام متحدہ کی فلاحی ایجنسی کو ساڑھے بارہ کروڑ ڈالر کی امداد دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اب امریکہ صرف چھ کروڑ ڈالر دے گا۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے امریکہ کے صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے کہا تھا کہ فلسطین کے ذریعہ اسرائیل کے ساتھ قیام امن کے اقدامات کو رد کرنے پر امریکہ امداد میں کمی کر سکتا ہے۔اقوام متحدہ کی فلاحی ایجنسی کے مجموعی فنڈ کا ۳۰/فیصد حصہ امریکی امداد پر مشتمل ہے۔ گذشتہ سال امریکہ نے اقوام متحدہ کی فلاحی ایجنسی کو ۳۷/کروڑ ڈالر دے تھے۔ اس سے پہلے فلسطین کے صدر محمود عباس نے مشرقِ وسطیٰ کے لیے امریکہ کے امن منصوبے پر شدید تنقید کی تھی۔انھوں نے کہا تھا کہ امریکہ کی جانب سے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کے بعد سے وہ امریکہ کے کسی بھی امن منصوبے کو قبول نہیں کریں گے۔ فلسطینی صدر نے اسرائیل پر اوسلو معاہدے کو ختم کرنے کا الزام بھی عائد کیا، جس کے تحت قیام امن کے لیے بات چیت شروع ہوئی تھی۔ (بی بی سی لندن)

ملک میں میڈیکل سیٹوں کی موجودہ تعداد ناکافی: صدر جمہوریہ

ملک میں میڈیکل تعلیم کی سیٹوں کی ''انتہائی ناکافی'' تعداد پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے صدر جمہوریہ ہند رام ناتھ کووند نے کہا ہے کہ ترقی کو روکنے والی کئی ریگولیٹری رکاوٹوں سے نمٹنا ہوگا۔آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس (ایمس) کے پینتالیسویں کانووکیشن سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر کووند نے کہا کہ ڈاکٹروں کی مخصوص تعداد کی غیر موجودگی میں موجودہ ڈاکٹروں میں کام کا بوجھ بہت زیادہ ہے اور ان حالات سے فوری طور پر نمٹنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ ملک کے ڈاکٹروں پر کافی ذمہ داری ہے اور ان کے اوپر کافی بوجھ ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ہم اپنے ڈاکٹروں کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری دے رہے ہیں، ہمارے ڈاکٹروں کو مدد کی ضرورت ہے۔ان کو اور زیادہ ساتھیوں کی ضرورت ہے اور ایک نئے ریگولیٹری سسٹم کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے معاشرے میں ڈاکٹروں اور طبی پیشہ ور افراد کی دستیابی بڑھ سکے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت یا نجی اداروں کی جانب سے چلائے جا رہے میڈیکل کالجوں میں ابھی گریجویشن کی 67,000 سیٹیں اور ماسٹرز کی 31,000 سیٹیں ہیں۔انہوں نے کہا کہ 1.3 ارب لوگوں کے ملک میں یہ بہت ناکافی ہے۔ (بحوالہ معیشت نیوز سروس)

تریپورہ، میگھالیہ اور ناگالینڈ میں اسمبلی انتخابات ۱۸/اور ۲۷/فروری کو

انتخابی کمیشن نے تین ریاستوں تریپورہ، میگھالیہ اور ناگالینڈ میں ہونے والے اسمبلی انتخابات کی تاریخوں کا اعلان کر دیا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر اے کے جیوتی نے ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے بتایا کہ تینوں ریاستوں میں دو مراحل میں انتخابات ہوں گے۔ پہلے مرحلے میں ۱۸/فروری کو تریپورہ میں انتخاب ہوگا، جب کہ دوسرے مرحلے میں میگھالیہ اور ناگالینڈ میں ۲۷/فروری کو ووٹ ڈالے جائیں گے۔ تینوں ریاستوں کے نتائج ایک ساتھ ۳/مارچ کو آئیں گے۔ انتخابات کی تاریخوں کے اعلان کے ساتھ ہی تینوں ریاستوں میں انتخابی ضابطہ اخلاق نافذ ہوگیا ہے۔اب سے سبھی سیاسی پروگراموں کی ویڈیو گرافی کرائی جائے گی۔ چیف الیکشن کمشنر کا کہنا ہے کہ بارڈر چیک پوسٹ پر سی ٹی وی کیمرے لگائے جائیں گے، تاکہ کسی طرح کی غلط حرکت پر نگاہ رکھی جا سکے۔ان انتخابات میں ای وی ایم کے ساتھ وی وی پیٹ کا استعمال کیا جائے گا۔ پریس کانفرنس کے دوران چیف الیکشن کمشنر اے کے جیوتی نے یہ بھی کہا کہ امیدوار ای وی ایم کی جانچ بھی کر سکتے ہیں۔ان تینوں ریاستوں میں اسمبلی کی ۶۰-۶۰ سیٹیں ہیں اور ان تینوں ریاستوں میں اسمبلی کی مدت کا رمارچ میں ختم ہو رہی ہے۔ ناگالینڈ میں ناگا پیپلز فرنٹ کی حکومت ہے۔اس حکومت کو بی جے پی کی حمایت حاصل ہے۔ دوسری طرف میگھالیہ میں کانگریس کی حکومت ہے، جب کہ تریپورہ میں سی پی ایم کی قیادت والی بایاں محاذ ۱۹۹۳ء سے برسر اقتدار ہے۔ (قومی آواز نیوز بیورو)

جموں و کشمیر میں بے روزگاری کی شرح سب سے زیادہ

کسی خطہ میں جب مسلسل بدامنی اور مظاہروں کا دور چل رہا ہو تو اس خطہ میں لازمی طور پر کئی منفی اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد سے ہی وادی کشمیر کشیدہ حالات سے دوچار ہے جس کی وجہ سے ترقی متاثر ہوگئی ہے۔ سیاحوں کی توجہ سب سے زیادہ مرکوز کرنے والی وادی کشمیر میں شعبہ سیاحت کو شدید دھچکا پہنچا ہے، سیزن تک میں لوگ سیاحوں کا انتظار کرتے رہ جاتے ہیں۔ کچھ علاقوں میں سڑک، پانی اور بجلی کی پریشانیاں پیش آنا تو عام بات ہے اور اب بے روزگاری بھی ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے۔حال ہی میں سنٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکنامی نے بامبے اسٹاک ایکسچینج کے اشتراک سے ایک سروے کیا ہے، جس کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ملک میں سب سے زیادہ بے روزگاری کی شرح ۱۲٫۱۳/فیصد جموں و کشمیر میں ہے۔ ریاست کے کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ جموں و کشمیر میں بے روزگاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ریاست میں ملی ٹینسی ہی حکومت اور انتظامیہ کا اہم مسئلہ بن کر رہ گئی ہے، اور دیگر مسائل کہیں پیچھے چھوٹ گئے ہیں۔ یہاں بے روزگاری پر بات تک نہیں ہوتی۔ جنوری ۲۰۱۷ء میں جموں و کشمیر اسمبلی میں ریاستی حکومت نے ایک سوال کے جواب میں بتایا تھا کہ اکیلے کشمیر میں ہی ۵۸۷۹۶ نوجوان بے روزگار ہیں۔ بے روزگاری کی بڑھتی شرح پر ریاست کی پی ڈی پی حکومت کی اتحادی بی جے پی کا کہنا ہے کہ صرف حکومت کے سہارے ہر کسی کو ملازمت حاصل نہیں ہو سکتی اور نوجوانوں کو ریاست سے باہر بھی مواقع تلاش کرنے ہوں گے۔

ایک میڈیا رپورٹ کے مطابق مختلف روزگار اور کاؤنسلنگ مراکز میں ۱۰۴۵۷۷ بے روزگار نوجوان رجسٹرڈ ہیں۔ ریاستی حکومت نے یہ بھی اعتراف کیا تھا کہ جموں و کشمیر میں ۱۸-۲۹ سال عمر کے زمرے کی بے روزگاری کی شرح ۲۴٫۶/فیصد ہے جبکہ بقیہ تمام ہندوستان میں یہ شرح محض ۱۳٫۲/فیصد ہے۔ بے روزگاری پر مبنی تازہ رپورٹ میں جو اعداد و شمار منظر عام پر آئے ہیں ان کے مطابق کیرالہ میں بیروزگاری کی شرح ۹٫۶۰/فیصد، آسام میں ۸٫۶/فیصد، چنڈی گڑھ میں ۸٫۰۵/فیصد اور ہریانہ میں ۷٫۱۶/فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق جموں و کشمیر کو چھوڑ کر دیگر تمام ریاستوں میں بے روزگاری کی شرح ۵ سے ۸ فیصد کے بیچ میں ہے۔غور طلب ہے کہ رپورٹ کے مطابق ملک بھر کی مجموعی بے روزگاری کی شرح ۴٫۷/فیصد ہے۔سب سے کم بیروزگاری شرح والی تین ریاستوں کی بیروزگاری شرح پر نظر ڈالیں تو یہ شرح اتر پردیش میں ۱٫۳۵/فیصد، ہماچل پردیش میں ۲٫۴۰/فیصد اور کرناٹک ۴٫۴۲/فیصد ہے۔اس معاملہ پر ایک بحث کے دوران بی جے پی کے رہنما طاہر چوہدری نے کہا ''جموں و کشمیر میں بیروزگاری کے مسئلہ کی اصل وجہ یہاں کے حالات ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کشمیری نوجوان جب ڈاکٹر، انجینئر یا کسی پروفیشنل کورس کی ڈگری حاصل کر لیتے ہیں، تو ان کی ترجیح ہوتی ہے کہ وہ ریاست میں ہی ملازمت حاصل کریں، لیکن حکومت ہر کسی کو ملازمت نہیں دے سکتی، نوجوانوں اور ان کے خاندان کے افراد کو یہ سوچنا ہوگا کہ دنیا بہت بڑی ہے اور نوجوانوں کو ریاست سے باہر کا رخ کرنا ہوگا۔ (بحوالہ روزنامہ قومی آواز)

سائنس و ٹکنالوجی

دن میں لگنے والے زخم نسبتاً جلدی بھر جاتے ہیں

ایک تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ دن کے وقت لگنے والے زخم رات کو لگنے والے زخموں کے مقابلے میں جلدی بھر جاتے ہیں۔اس تحقیق کے مطابق رات کو لگنے والے زخم بھرنے میں اوسطاً اٹھائیس دن لگتے ہیں جبکہ دن کے وقت لگنے والے زخم محض سترہ دنوں میں ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ برطانیہ میں مولیکیولر بائیولوجی کی ایم آر سی لیبارٹری کے سائنسدانوں کے مطابق وہ جھلسے ہوئے ۱۱۸/مریضوں کے مشاہدے میں سامنے آنے والے نتائج میں پائے جانے والے فرق پر حیران رہ گئے۔اس کا اثر اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح جسم کی گھڑی اندر چل رہی ہو اور وہ ہر انسانی سائیکل کا ۲۴/گھنٹے کا دورانیہ پورا کرتی ہے۔اس ٹیم کی تحقیق ٹرانسلیشن میڈیسن میں شائع ہوئی ہے جس میں جلے ہوئے ۱۱۸/مریضوں پر تحقیق کی گئی۔تحقیقاتی ٹیم کو رات اور دن کے وقت زخمی ہونے والے افراد کے زخم بھرنے میں اوسطاً ۱۱/روز کے فرق کا پتہ چلا۔تفصیلی لیب کے کام سے پتہ چلتا ہے کہ جلد کے خلیے جنھیں فبروبلاسٹس کہتے ہیں نے چوبیس گھنٹے کے نمونے میں اپنی صلاحیتیں تبدیل کیں۔فبروبلاسٹس انسانی جسم کا وہ پہلا ردعمل ہوتا ہے جو زخم بھرنے کے لیے وقوع پذیر ہوتا ہے۔یہ فبرولاسٹس دن کے وقت تیزی سے عمل کرتے ہیں جبکہ رات کے وقت وہ اپنی صلاحیت کھودیتے ہیں۔تحقیق کاروں میں سے ایک ڈاکٹر جان اونیل کا کہنا ہے کہ یہ سو میٹر کی دوڑ کی طرح ہے۔دوڑ لگانے والے بلاکس پر جھکتے ہیں اور بھاگنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔تحقیق کاروں کا خیال ہے کہ وہ اس علم کو سرجری کو مزید بہتر بنانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔(بحوالہ شمس ٹائمز حیدرآباد)

تیزاب زدہ پانی سے تمام سمندری حیات کو خطرہ

ایک بڑے تحقیقی منصوبے کے مکمل ہونے پر معلوم ہوا ہے کہ دنیا بھر کے سمندروں کے تیزی سے تیزاب زدہ ہونے کی وجہ سے تمام سمندری حیات کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔جرمنی کی یونیورسٹیوں کی آٹھ سال پر محیط تحقیق کے مطابق سمندری حیات کی چند اقسام کو تو اس سے فائدہ پہنچے گا، لیکن زیادہ تر خوراک کی فراہمی کی خراب ہوتی ہوئی صورتحال کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوں گی۔سائنسدانوں نے سرد پانیوں کی مچھلی کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے کہ مستقبل میں ان مچھلیوں کی چوتھائی فیصد مچھلیاں اپنی عمر پوری کر پائیں گی کیونکہ سمندر تیزابی ہو رہے ہیں۔تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ یہ کیمیائی تبدیلیاں تابکاری، ساحلوں پر تعمیراتی کاموں اور ماحول دشمن گیسوں کے اخراج کی وجہ سے رونما ہو رہی ہیں۔اس تیزاب کا نام ''بائیوایسڈ'' ہے۔تحقیق کے ابتدائی نتائج سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ 'فوسل فیولز' یا قدرتی ایندھن سے خارج ہونے والا کاربن سمندر کے پانی میں جذب ہو جاتا ہے جو کہ ''کاربونک ایسڈ'' بناتا ہے اور اس سے پانی کا ''پی ایچ'' لیول کم ہو جاتا ہے۔دنیا بھر میں صنعتی انقلاب کے بعد دنیا بھر سمندروں کے پانی میں ''پی ایچ'' کی سطح پہلے ہی کافی گر چکی ہے، جس کی وجہ سے سمندری پانی کی تیزابیت میں ۲۶/فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔تحقیق میں شامل پروفیسر ایلف ریبیسیل کا کہنا ہے کہ سمندری پانی کے تیزاب زدہ ہونے سے تمام سمندری حیات متاثر ہوں گی، البتہ ان کے درجے مختلف ہوں گے، سمندری حیات کی ابتدائی زندگی کے مرحلے زیادہ متاثر ہوں گے۔ اس تحقیق کے دوران کچھ تحقیقی کام لیبارٹریز میں کیے گئے اور کچھ شمالی سمندر، بالٹک، آرکٹک، اور پاپوانیوگنی کے سمندروں میں کیے گئے ہیں۔(بحوالہ شمس ٹائمز حیدرآباد)

معروف کمپنی ایپل سے بچوں کو موبائل کی لت سے بچانے لیے سافٹ ویر بنانے کا مطالبہ

معروف ٹیکنالوجی کمپنی ایپل میں شراکت دار دو بڑے سرمایہ کاروں نے کمپنی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایسا سافٹ ویئر تیار کرے جو بچوں کے لیے موبائل فون استعمال کرنے کے اوقات محدود کر سکے۔یہ دو سرمایہ کار کمپنیاں ایپل کے دو ارب ڈالر اسٹاک کی مالک ہیں۔یانا پارٹنرز اور کیلیفورنیا ٹیچرز پینشن فنڈز نے ایپل سے کہا ہے کہ وہ فون میں ڈیجیٹل لاک شروع کرے۔ان کے اس مطالبے کا ان تحقیق کاروں نے خیر مقدم کیا ہے جو موبائیل کے کم عمر صارفین کے رویوں کے بارے میں ریسرچ کر رہے ہیں۔دونوں سرمایہ کاروں نے ایپل سے کہا ہے کہ سمارٹ فونز کے زیادہ استعمال سے بچوں کی دماغی صحت متاثر ہو رہی ہے۔انہوں نے اس تشویش کا اظہار کیا کہ اگر ایپل نے ان کی بات پر غور نہ کیا تو ان کے اسٹاک کی قیمت اور ساکھ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں نوجوانوں کا خیال ہے کہ انہیں موبائل فون کی لت لگی ہوئی ہے۔ انہیں میسیجز کا جواب دینے کی عجلت محسوس ہوتی ہے۔ٹیکساس کی بیلور یونیورسٹی کی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ جو بچے اور نوجوان اپنے موبائل فون کو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں ان میں چڑچڑے پن اور پل پل بدلتے مزاج کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے۔لندن اسکول آف اکنامکس میں سوشل سائیکالوجی کی پروفیسر سونیا لیونلسٹن نے کہا کہ یہ خوشی کی بات ہے کہ خود سرمایہ کار ایسا کرنے کو کہہ رہے ہیں۔(بحوالہ ڈوئچے ویلے)

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ

سید محمد عادل فریدی

چہرائینے کا اجراء

نئی تشکیلات کے مشہور و معروف شاعر قوس صدیقی کے دوسرے شعری مجموعے ''چہرائینے'' کی رسم اجراء ۱۴/جنوری ۲۰۱۸ء بروز اتوار طٰہٰ اپارٹمنٹ پھلواری شریف، پٹنہ میں ادا کی گئی۔ جناب شبیر حسن غزالی کی صدارت میں منعقد اس تقریب کا افتتاح مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، اپنی افتتاحی تقریر میں مفتی صاحب نے نئی تشکیلات کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ نئی تشکیلات کے نام سے ایسے الفاظ گڑھنا، جس کے معنی لغت میں دستیاب ہوں اور نہ قاری کے ذہن کی رسائی اس کے معنی تک ہو سکے قابل قبول نہیں ہونی چاہئے، اس لیے کہ جب قاری کا ذہن معنی تک منتقل نہیں ہوگا تو وہ اسے کیوں پڑھے گا؟ اس لیے تشکیلات کے دائرے کی تعیین ہونی چاہئے۔مفتی صاحب نے کہا کہ ماضی میں شعراء نے جو تشکیلات کی ہیں وہ چیستاں کے قبیل کی نہیں ہیں، بلکہ ان کے اندر معنی کی وسیع دنیا آباد ہے، جس تک قاری کا ذہن آسانی سے منتقل ہو جاتا ہے، لیکن ان دنوں جو تشکیلات کی جا رہی ہیں، اس کو سمجھانے کے لیے خود شاعر کو قاری کے پاس جانا ہوگا، تاکہ وہ اس کے معنی و مفہوم کی توضیح و تشریح کر سکے۔اس موقع سے کلیدی خطاب ڈاکٹر منظر اعجاز کا اور نظامت ڈاکٹر ریحان غنی کی تھی، ڈاکٹر علیم اللہ حالی، پروفیسر عبدالصمد، انوار الحسن وسطوی، ابوبکر رضوی، ڈاکٹر جاوید حیات، ڈاکٹر قاسم خورشید اور مولانا مشہود احمد ندوی نے بھی اپنے خیالات سے سامعین کو مستفید کیا۔پروگرام کی دوسری نشست میں قیصر صدیقی کی صدارت میں مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں درجن بھر سے زائد شعراء اور شاعرات نے اپنے کلام سے لوگوں کو محظوظ کیا، قوس صدیقی کے کلمات تشکر پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

ملک کے ۹/ہائی کورٹ میں نہیں ہیں چیف جسٹس

نئی دہلی: ججوں کی تقرری سے متعلق عمل (ایم او پی) پر مرکزی سرکار اور کالجیم کے مابین جاری تعطل کے درمیان ملک کی نو ہائی کورٹوں میں باقاعدہ چیف جسٹس مقرر نہیں ہو سکے ہیں، اگر یہی صورت حال رہی تو آئندہ مئی تک یہ اعداد ۱۲/تک پہنچ جائے گی۔ ملک کے بڑے ہائی کورٹوں؛ دہلی، بامبے (ممبئی) اور کولکاتہ میں طویل عرصے سے باقاعدہ چیف جسٹس مقرر نہیں کئے جا سکے ہیں اور یہاں ایگزیکیوٹو چیف جسٹس سے کام چلایا جا رہا ہے۔کرناٹک، تلنگانہ، آندھرا پردیش، ہماچل پردیش، جھارکھنڈ، کیرالہ اور منی پور ہائی کورٹ بھی ایگزیکیوٹو چیف جسٹس کے بھروسے چل رہے ہیں اور اس سال مئی تک تین دیگر ہائی کورٹ - جموں و کشمیر، پنجاب اور ہریانہ اور تری پورہ بھی اسی زمرے میں آنے والے ہیں۔تری پورہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جہاں فروری میں رٹائر ہونے والے ہیں، وہیں جموں و کشمیر اور پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بالترتیب مارچ اور مئی میں رٹائر ہوں گے۔اس طرح اگر حالات یوں ہی رہے تو ملک کی کل ۲۴/میں سے ۱۲/ہائی کورٹوں میں کل وقتی کے بجائے جز وقتی چیف جسٹس ہوں گے۔مرکزی حکومت کا کہنا ہے کہ اسے ایگزیکیوٹو چیف جسٹس کی طرف سے نو ہائی کورٹوں میں باقاعدہ چیف جسٹس کی تقرری کے لئے سپریم کورٹ کالجیم سے ابھی تک کوئی تجویز ہی نہیں ملی ہے۔قانون وانصاف کے وزیر مملکت پی پی چودھری نے گزشتہ دنوں یہ تفصیلات بتائیں۔ مسٹر چودھری کے مطابق، موجودہ ایم او پی کے تحت ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی تقرری کے عمل کا آغاز عہدے خالی ہونے کی ممکنہ تاریخ سے ایک ماہ پہلے سپریم کورٹ کالجیم سے ہونی چاہئے تھی، لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر اس طریق کار پر عمل نہیں کیا جا سکا ہے۔(یو این آئی)

حکومت مسلمانوں پر لگاتار حملے کر رہی ہے: امیر شریعت

امیر شریعت بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے مالیگاؤں میں منعقد ایک اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے ہر مسئلہ کا حل قرآن میں موجود ہے، ہم شریعت کے پابند ہیں اور ہمارا ہر مسئلہ شریعت کے مطابق حل کیا جاتا ہے، جن لوگوں کے پاس شریعت نہیں ہے، انہیں ہمیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مالیگاؤں کے مشاورت چوک پر منعقد آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تحفظ شریعت کانفرنس میں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے مزید کہا کہ حکومت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور ہندوستان کے مسلمانوں پر لگاتار حملے کر رہی ہے، ہمیں ایسے وقت میں متحد ہو کر اس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔حضرت امیر شریعت مدظلہ نے عوام سے خطاب کے دوران قرآن کریم کی ایک آیت بھی تلاوت کی اور کہا کہ قرآن خود کہتا ہے کہ تیار ہو جاؤ، تیار ہونے سے مراد ایسے لوگ جو تمہارے مخالف ہیں اور شریعت اور قرآن کے مخالف ہیں ان لوگوں کا مقابلہ اتحاد کے ساتھ کیا جائے۔شریعت کے تعلق سے دیگر مذاہب کے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنا ضروری ہے۔خیال رہے کہ مالیگاؤں شہر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے خواتین اور عام لوگوں کے لئے دو الگ الگ اجلاس منعقد کئے گئے تھے۔خواتین کے اجلاس میں تحریک پیامِ انسانیت کے سربراہ مولانا بلال ندوی نے خطاب کیا۔جبکہ عام لوگوں کیلئے مشاورت چوک میں منعقد کئے گئے جلسہ عام میں مالیگاؤں شہر کے تمام مسلک کے علما کرام نے شرکت کی۔ بوہرہ سماج، بوہرہ روشن خیال، شیعہ برادران، صوفی برادران، بریلوی برادران، دیوبندی، دونوں جمعیت کے ذمہ داران ایک ہی اسٹیج پر ایک ساتھ تحفظ شریعت کے لئے نظر آئے۔(بحوالہ نیوز 18)

دس روپئے کے تمام سکے اصلی: ریزرو بینک آف انڈیا

ملک میں دس روپئے کے مختلف اقسام کے سکوں پر عوام کے درمیان الجھن کو ختم کرنے کے لئے ریزرو بینک نے نوٹس لیا ہے۔ریزرو بینک نے کہا ہے کہ کوئی بھی دس روپئے کا سکہ غلط نہیں ہے اور دس روپئے کہ سکوں کے تمام ۱۴/ڈیزائن اصلی ہیں اور چلن میں ہیں۔ملک کے کئی حصوں میں دس روپے کے جعلی سکوں کی افواہوں کی وجہ سے عوام کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بینک کا کہنا ہے کہ شیرا والی کی تصویر والا سکہ، پارلیمنٹ کی تصویر والا سکہ، درمیان میں تعداد میں ''10'' لکھا ہوا سکہ، ہومی بھابھا کی تصویر والا سکہ، مہاتما گاندھی کی تصویر والا سکہ سمیت دیگر تمام سکے درست ہیں۔کارپوریٹ امور کے وکیل شجاع ضمیر کا اس معاملے پر کہنا ہے کہ ہندوستان کی جائز کرنسی کو لینے سے انکار کرنے پر غداری کا معاملہ بنتا ہے اور یہ تعزیرات ہند کی دفعہ (1)124 کے تحت جرم ہے۔آر بی آئی نے کہا کہ مرکزی بینک نے وقت پر اقتصادی، سماجی اور ثقافتی موضوعات پر سکے جاری کئے ہیں اور سکوں میں ۲۰۱۱ء میں روپئے کی علامت شامل ہونے کے بعد تبدیلی آئی ہے۔(بحوالہ نیوز 18)

دعا مغفرت

بہار شریف کی ایک سماجی شخصیت جناب نسیم الدین انصاری صاحب مورخہ ۱۰/جنوری ۲۰۱۸ء کو رحلت فرما گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون، ان کی عمر ۷۸ سال کے قریب تھی، مرحوم ایک دیندار اور صاحب تقویٰ آدمی تھے، وہ جناب محمد ارشد عالم مالک ''دی آرزو پریس سبزی باغ پٹنہ'' کے خسر محترم تھے، بلاشبہ ان کے انتقال سے ہم ایک ملی درد رکھنے والے انسانیت دوست انسان سے محروم ہو گئے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

دورۂ وفد ضلع پٹنہ بحسن وخوبی اختتام پذیر

ہر جگہ والہانہ استقبال اور علماء وفد کا فکرانگیز خطاب

امارت شرعیہ کے ایک دعوتی وفد نے ۹؍جنوری سے ضلع پٹنہ کے مختلف دیہی وشہری مواضعات کا دورہ شروع کیا،۱۶؍جنوری کو یہ دورہ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا،اس دورہ کا پہلا پروگرام مکامہ اسٹیشن سے متصل فارسی محلّہ کی جامع مسجد میں منعقد ہوا،وفد کے ارکان نے حاضرین کو وفد کی آمد کے مقاصد سے روشناس کراتے ہوئے بتایا کہ اس وقت ہمارے دین وشریعت کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں منصوبہ بند طریقہ پر پھیلائی جارہی ہیں،شریعت سے ہمارے عقیدہ وعمل کے رشتہ کو کمزور کرنے کی کوشش ہورہی ہے،ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ ہم غفلت سے بیدار ہوں،اسلام دشمن عناصر کی سازش کو سمجھیں اور اپنی زندگی میں مضبوطی کے ساتھ شریعت پر عمل کرنے کی کوشش کریں،تحفظ شریعت کا آسان طریقہ شریعت پر عمل ہے،اس کے علاوہ امارت شرعیہ اور اس کی سرگرمیوں سے بھی لوگوں کو واقف کرایا گیا،اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں جناب مختار عالم صاحب،محمود عالم صاحب،شمس ریاض صاحب،سکریٹری مسجد شمشیر صاحب اور امتیاز احمد انصاری صاحب نے خصوصی حصہ لیا،رات کا اجلاس مشہور آبادی دریاپور میں منعقد ہوا،رئیس النقباء حافظ مظفر حسین صاحب،نظام الدین صاحب اور قاری مشتاق صاحب نے پوری فکرمندی کے ساتھ اجلاس کی کامیابی میں حصہ لیا،رات کے اس اجلاس میں علماء وفد نے بنیادی دینی تعلیم کی اہمیت،نئی نسل کی ایمانی واخلاقی تربیت کی ضرورت،مسئلہ طلاق کے تعلق سے حکومت کی شریعت میں مداخلت اور اس سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ،امارت شرعیہ ودیگر ملی تنظیموں کے موقف پر روشنی ڈالا،۱۰؍جنوری کے دن کا اجلاس ابو محمد پور بختیار پور میں منعقد ہوا،علماء وفد نے حاضرین کو امارت شرعیہ کا پیغام سنایا اور بتایا کہ امارت شرعیہ ہم مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کا حصہ ہے،ہماری دینی ذمہ داری ہے کہ ہم ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں وحدت واجتماعیت کے ساتھ زندگی گذاریں اور ہمارے معاشرہ میں دین وشریعت کے خلاف جو کام ہورہے ہیں اس کو روکنے کی کوشش کریں،اصلاح کا کام اس وقت زیادہ موثر ہوگا جب اس کی ابتداء ہم اپنی ذات اور اپنے گھر سے کریں گے،امام مسجد مولانا معین الدین صاحب،سکریٹری عبدالحفیظ اور حافظ منصور صاحب وغیرہ نے اجلاس کے انتظام اور مہمانوں کے اکرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا،رات کا اجلاس تھانہ مسجد باڑھ میں منعقد ہوا،۱۱؍بجے رات تک اجلاس کی کارروائی جاری رہی اور لوگ پورے سکون ودلجمعی کے ساتھ وفد کے پروگرام کو سنتے رہے،علماء وفد نے امارت شرعیہ کے جامع تعارف کے ساتھ تحفظ شریعت کے میدان میں اس کے خدمات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس وقت منصوبہ بند طریقہ پر خوف ودہشت،نفرت اور شریعت اسلامی کے اندر مداخلت کا ماحول ملک کے اندر پیدا کیا جارہا ہے،جو نہایت ہی خطرناک اور تشویشناک بات ہے،تاہم اگر ہمارا ایمان خدا کی ذات اور اس کی صفات پر مضبوط ہے تو ان حالات سے نہ گھبرانا چاہئے اور نہ احساس کمتری میں مبتلاء ہونا چاہئے،ہر مسلمان ایسے موقع پر اپنے حوصلہ کو بلند رکھے اور اپنی شریعت کا پابند بنے،نیز بڑوں کی طرف سے جو ہدایات دی جائیں ان پر دلجمعی کے ساتھ عمل کریں،باڑھ کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں جناب ظفراللہ خان صاحب،امام مسجد مفتی واصف صاحب،مولانا کاظم صاحب،مولانا طاہر صاحب اور نوجوانوں نے کلیدی حصہ لیا۔۱۱؍جنوری کو دن کا اجلاس لودی پور خسرو پور کی جامع مسجد میں منعقد ہوا،اس اجلاس میں علماء کرام نے اسلام میں عورتوں کے مقام،ان کی ذمہ داریوں اور نوجوانوں کی معاشرہ میں اہمیت پر روشنی ڈالی،اس اجلاس کو بامقصد بنانے میں حافظ امان اللہ صاحب،نقیب سید قیصر صاحب،صدام حسین صاحب وغیرہ کا اہم حصہ رہا۔یہاں کے نقیب اور نائب نقیب معذور ہوچکے تھے اس لئے جناب قیصر صاحب کو نقیب اور صدام صاحب کو نائب نقیب منتخب کرکے اس کا اعلان کیا گیا،رات کا اجلاس پٹھان ٹولی فتوحہ میں منعقد ہوا،جہاں ہوا کی سرد لہر کے باوجود پنڈال کے نیچے بیٹھ کر لوگوں نے دیر تک امارت شرعیہ کا پیغام سنا،یہاں کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں مولانا منظر قاسمی،محمد سعید صاحب،محمد آفتاب صاحب،عقیل صاحب و مسلم صاحب وغیرہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا،۱۲؍جنوری جمعہ کا دن تھا اور پٹنہ شہر کی مختلف مساجد میں علماء وفد کا خطاب ہونا تھا،ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنی خصوصی دلچسپی سے پٹنہ شہر کی تقریباً پچاس مساجد میں علماء کے خطاب کا نظام بنادیا،جس کی وجہ سے ایک دن میں ہزاروں لوگوں تک امارت شرعیہ کا پیغام پہونچ گیا،رات کا اجلاس جامع مسجد الحراء نیو عظیم آباد کالونی میں منعقد ہوا،جہاں بڑی تعداد میں علماء،ائمہ،دانشوران اور پردے میں بیٹھیں خواتین نے علماء وفد کے بیانات سنے۔مقررین حضرات نے دینی وعصری تعلیم کی اہمیت،طلاق کا شرعی طریقہ اور موجودہ مرکزی حکومت کی اس شرعی معاملہ میں بے جا مداخلت جیسے موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی،اس اجلاس کی کامیابی میں جناب تنویر خان ناظم معہد القرآن،مولانا شاہنواز عالم،مفتی ابوذر قاسمی،مولانا عالمگیر صاحب ودیگر ذمہ داران کا کلیدی رول رہا۔۱۳؍جنوری دن کا پروگرام بیاپور میں منعقد ہوا،وسیع پنڈال کے اندر اجلاس کا نظم کیا گیا تھا،مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی بھی اچھی تعداد نے اجلاس میں شرکت کی،علماء وفد نے حاضرین کے مناسبت سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی،آپسی بھائی چارگی،اسلامی تعلیمات کی بہتری سے متعلق گفتگو کی،اس اجلاس کو جناب محمد سعید صاحب،مشرف اقبال صاحب،صدام حسین صاحب،محمد تاج صاحب،مولانا لفیل صاحب وغیرہ نے بے حد جوش وخروش کے ساتھ کامیاب بنایا۔رات کا اجلاس نیورا کی جامع مسجد میں منعقد ہوا،نیورا کے علاوہ قرب وجوار کے بھی کئی آبادیوں سے سامعین نے شرکت کی،علماء وفد کے علاوہ مرکزی دفتر سے جناب مولانا شبلی القاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے بھی شرکت کی،اس اجلاس کے انعقاد میں مولانا مفتی قمر نسیم صاحب،مولانا شاہ عالم صاحب وغیرہ نے خصوصی حصہ لیا۔۱۴؍جنوری کے دن کا اجلاس نواب کوٹھی دیگھا کی جامع مسجد میں منعقد ہوا،تعلیم یافتہ طبقہ سے اچھی تعداد میں اس اجلاس میں شرکت کی اور وفد کے پیغام کو سنا،جناب محمد کلیم کوثر صاحب،محمد امتیاز صاحب،شاہد انور صاحب،حافظ اعجاز صاحب،سکریٹری اسرار حسین،ظفر احمد صاحب وغیرہ پروگرام کو کامیاب بنانے میں پیش پیش رہے۔رات کا اجلاس سرائے کی مسجد داناپور میں منعقد ہوا،جناب شکیل احمد صاحب،پروفیسر توقیر صاحب اور رضوان احمد مظاہری صاحب پروگرام کو کامیاب بنانے میں بے حد سرگرم رہے۱۴؍جنوری کے دونوں پروگراموں میں نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے بھی شرکت کی۔۱۵؍جنوری کو وفد کی گاڑی سناہرہ کے لئے روانہ ہوئی،سناہرہ کے مسلمانوں نے آبادی سے نکل کر وفد کا شاندار استقبال کیا،۱۰؍بجے دن سے اجلاس کا آغاز ہوا،ارکان وفد نے ایک امیر شریعت کی ماتحتی کی اہمیت،موجودہ حالات میں اتحاد کی ضرورت اور ملی تنظیموں کی افادیت پر روشنی ڈالی۔یہاں کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں مولانا معراج الحق،حافظ شمیم احمد صاحب،مکھیا نوشاد عالم صاحب اور شاکر حسین صاحب وغیرہ نے پورا پورا حصہ لیا۔رات کا اجلاس مدرسہ بیت العلوم نعیمیہ چلسی میں منعقد ہوا،مدرسہ کے ناظم مولانا مشتاق احمد صاحب رئیس النقیب امارت شرعیہ نے وسیع پیمانہ پر اجلاس کا انتظام کیا تھا،علماء وفد نے مسئلہ طلاق،حکومت کی ریشہ دوانی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی مدظلہ اور ان کے رفقاء کی جرأت مندانہ کوششوں کو تفصیل سے بیان کیا،اجلاس کی کامیابی میں الحاج نوشاد صاحب نقیب چلسی،مولانا عبدالقیوم صاحب،امام مسجد مولانا عبدالرقیب صاحب کی خاص دلچسپی رہی۔۱۶؍جنوری دن کا اجلاس مدرسہ سعیدیہ پالی گنج میں منعقد ہوا،جب وفد کی گاڑی پالی گنج پہونچی تو امارت شرعیہ زندہ باد کے نعروں کے ساتھ مولانا احسان قاسمی،شہر کے معززین اور مدرسہ کے طلبہ واساتذہ نے وفد کا استقبال کیا۔یہاں کے اجلاس میں ارکان وفد نے مدارس ومساجد،دینی شعائر اور شرعی امور میں حکومت کی دخل اندازی،دینی مدارس کی اہمیت اور امارت شرعیہ کی عظمت کو بیان کیا۔مدرسہ کے ناظم مولانا احسان قاسمی رئیس النقیب امارت شرعیہ نے اپنے اساتذہ اور معززین شہر کے تعاون سے اجلاس کو بہت ہی بہتر طور پر کامیاب بنایا،رات کا اجلاس مشہور آبادی کریم پور کٹکا میں واقع مدرسہ دارالسلام میں واقع ہوا،مدرسہ کے ناظم حافظ مطلوب صاحب،ڈاکٹر جاوید صاحب،ماسٹر محمد عاصم صاحب اور ماسٹر رفعت صاحب وغیرہ نے غیر معمولی محبت وعقیدت کا ثبوت دیا،سخت ٹھنڈک اور کہرے کے باوجود بڑی تعداد میں لوگ اجلاس میں شریک ہوئے،ارکان وفد نے مختلف معاشرتی خرابیوں جیسے شادی میں فضول خرچی،جہیز تلک،نشہ خوری،جوابازی،خواتین کی حق تلفی سے متعلق موثر گفتگو کی۔اس پورے دورہ میں جو احساسات سامنے آئے وہ یہ کہ مسلمان بچوں میں دینی تعلیم کی اب بھی بے حد کمی ہے اور اونچی تعلیم کا رجحان بھی عام نہیں ہوسکا ہے،معاشرتی خرابیاں بھی کثرت سے پائی جارہی ہیں،ضرورت ہے کہ مقامی علماء،ائمہ،نقباء امارت شرعیہ اور سماج کے فکرمند حضرات ایسے حالات پر توجہ دیں اور جو پیغام امارت شرعیہ کی طرف سے پہونچایا گیا ہے اس کو عملی طور پر عام کرنے کی کوشش کریں۔اس وفد کی قیادت راقم محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کی،ارکان وفد کی حیثیت سے استاذ دارالعلوم الاسلامیہ مفتی عبیداللہ قاسمی،شعبہ دعوت سے مولانا احمد سجادی ومولانا منہاج عالم ندوی،شعبۂ تنظیم وتبلیغ سے مولانا اختر حسین شمسی،مولانا ظہیر الحسن شمسی ومولانا نور عالم رحمانی شریک وفد رہے،مولانا ظہیر الحسن شمسی ومولانا نور عالم رحمانی نے سخت ٹھنڈک کے باوجود بے حد محنت ومستعدی سے ہر پروگرام کو کامیاب وبامقصد بنایا۔

امارت شرعیہ کا پورے پٹنہ میں خواتین کے اصلاحی پروگراموں کا منصوبہ

امارت شرعیہ بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ نے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر مسلم عورتوں میں دینی اور تعلیمی شعور کو بیدار کرنے کے لیے مختلف مقامات پر خواتین کے اصلاحی پروگرام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس کے لیے پہلے مرحلے میں شہر پٹنہ کو مختلف زونوں میں تقسیم کرکے افراد کو متعین کیا گیا ہے کہ ان علاقوں کے ائمہ مساجد،نقباء امارت شرعیہ اور مختلف تنظیموں اور اداروں کے اصحاب کے تعاون سے خواتین کے پروگرام منعقد کیے جائیں۔اس سلسلہ میں مورخہ ۱۸؍جنوری روز جمعرات کو امارت شرعیہ کے میٹنگ روم میں ایک خصوصی نشست منعقد کی گئی،جس میں ناظم صاحب کے علاوہ نائبین نظماء،مفتیان امارت شرعیہ،نائبین قضاۃ،مختلف شعبوں کے ذمہ دار،کارکنان امارت شرعیہ اور امارت شرعیہ میں قضاء کی تربیت حاصل کررہے فضلاء مدارس اسلامیہ نے شرکت کی،اس میٹنگ میں شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے کہا کہ امارت شرعیہ کا منصوبہ ہے کہ شہر پٹنہ میں کم سے کم خواتین کے ایک سو چھوٹے بڑے اجلاس منعقد کیے جائیں۔انہوں نے فرمایا کہ عورتیں جب مہذب،شائستہ اور تعلیم یافتہ ہوں گی تو ان کی گود میں پرورش پانے والے بچے بھی نیک اور صالح ہوں گے،اس لیے عہد رسالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی خصوصی نشستیں فرماتے اور انہیں دین اور علم دین کے زیور سے آراستہ ہونے کی تلقین فرماتے،اس لیے امارت شرعیہ نے بھی عورتیں کے اندر دینی بصیرت اور ایمانی حمیت کو بیدار کرنے کے لیے اس طرح کے اصلاحی پروگراموں کا سلسلہ شروع کیا ہے،جہاں امارت شرعیہ کے ماہر فن علماء اور خطباء عورتوں کے درمیان خطاب فرمائیں گے اور ان کو ان کے مقام ومنصب سے واقف کرائیں گے کہ اسلام نے عورتوں کے سروں پر عزت وشرافت کا جو تاج رکھا ہے،دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔معاشرہ اور سماج کی اصلاح میں عورتیں جس قدر بڑا رول ادا کرسکتی ہیں اتنا کوئی بھی نہیں کرسکتا،کیوں کہ ماں کا گود ہی بچے کا پہلا مدرسہ اور اس کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے،اگر وہیں سے اس کے ذہن وفکر کی صحیح آبیاری کی جاتی ہے تو وہ سماج کا اچھا شہری بنتا ہے اور ایسے لوگوں سے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے،لیکن اگر اس پہلے مدرسہ اور پہلی تربیت گاہ ہی میں کوئی خامی رہ جاتی ہے،تو وہ آگے چل کے سماج کا ایک غیر ذمہ دار فرد بن جاتا ہے اور بجائے فائدہ پہونچانے کے اس کی ذات سے سماج کو نقصان ہونے لگتا ہے،اس لیے عورت کا صالح،باکردار اور مہذب ہونا ایک اچھے سماج کی تشکیل کے لیے بہت ہی ضروری ہے۔ بدقسمتی سے کچھ مغرب زدہ لوگ آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر عورتوں کے ذہن ودماغ کو خراب کررہے ہیں،جس کے اثرات ہمارے مسلم معاشرے میں بھی پڑرہے ہیں۔اس طرح کے اصلاحی اجتماعات سے مسلم خواتین کی ذہن سازی ہوگی اور مغربیت سے تنفر پیدا ہوگا،انہوں نے فرمایا کہ حالیہ دنوں میں طلاق ثلاثہ کے موضوع کو اس طرح اچھالا گیا کہ ہمارے معاشرے کی بہت سی بھولی بھالی خواتین اس سے متاثر ہوگئیں،ان کی اس طرح کی غلط فہمیوں کو بھی دور کرنا اور ان کو شرعی احکامات کی حکمتوں اور مصلحتوں سے واقف کرانا بھی ان پراگراموں کا خاص مقصد ہے۔مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب نے فرمایا کہ اس طرح کے اجتماعات میں عورتوں کے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لیے بھی ان کے سوالات واشکالات بھی سنے جائیں اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کا وافی جواب دیا جائے۔راقم کو اس پروگرام کا کنوینر بنایا گیا ہے،میں نے میٹنگ میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح کا پروگرام وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے،اور اس کو ان شاء اللہ پورے منظم اور مرتب انداز میں چلایا جائے گا،مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے فرمایا کہ جب عورتیں تعلیم یافتہ ہوں گی تو اس کے اثرات دوررس اور دیرپا ہوں گے اور ہماری مائیں اور بہنیں دین دار اور متبع سنت خاتون کی حیثیت سے زندگی گذاریں گی۔

اس پروگرام کے لیے امارت شرعیہ نے شہر پٹنہ کے مختلف اصحاب فکرودانش سے رابطہ بھی شروع کردیا ہے۔اور اس کے لیے ناظم امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات کے ذمہ دار اصحاب کو متعین بھی فرمایا ہے،عام لوگوں سے میری مخلصانہ وہمدردانہ اپیل ہے کہ امارت شرعیہ کے اس خواتین بیداری تحریک کو بامقصد بنانے میں تعاون فرمائیں اور جو اصحاب اپنے حلقے میں اس طرح کے پروگرام رکھنا چاہتے ہیں وہ راقم (محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ) کے موبائل نمبر 9939088124 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ان پروگراموں میں پٹنہ ضلع میں اصلاحی کام کرنے والی خواتین سے بھی رابطہ کیا جارہا ہے،اور ان سے بھی مدد لی جائے گی۔

بقیات

بقیہ کہانی جاری ہے ....وہ اس موت کو اب بھی فطری نہیں قرار دیتے ،عوام اب بھی جسٹس لویا کی موت کا راز جاننا چاہتی ہے، انوج لویا اور خاندان کے دوسرے افراد کی آراء میں تضاد کے اسباب و وجوہات تک پہونچنا چاہتی ہے، کیوں کہ اسے ایک منصف کی موت کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھنے کا انتظار ہے۔انوج لویا کے اس یوٹرن (U Turn) کی وجہ سے کہانی کا ایک اور کردار ختم ہو جاتا،لیکن چار ججوں نے پریس کانفرنس کر کے جسٹس لویا کی موت پر پوچھے گئے سوال پر ہاں میں سر ہلا دیا،تو یہ کہانی پھر سے زندہ ہوگئی ہے، کیوں کہ زبان خنجر کے چپ رہنے سے کہانی ختم نہیں ہوتی، آستین کا لہو پکار پکار کر قتل کی روداد سنانے لگتا ہے،آپ بھی سنتے رہیئے۔کردار بدلتے رہیں گے،مرتے رہیں گے،لیکن کہانی نہیں مرے گی،اس لیے کہ ابھی یہ کہانی اپنے کلائمیکس اور اختتامیہ کے انتظار میں ہے،آپ بھی انتظار کیجئے!!!

بقیہ مولانا مصطفیٰ کریم ندوی دسنویؒ ....مولانا نے کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا،اور اپنے فرصت کے اوقات کتب بینی ہی میں صرف کرتے ،گرچہ دسنہ کے دیگر اہل علم کی طرح اپنی کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی،لیکن ان کی ذاتی کتابوں پر جابجا نوٹس ضرور موجود ہیں جو اہل علم کے لئے مفید ہیں،اس طرح ان کے یہاں کتابوں کے علاوہ رسائل ومجلّات کا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا،جس کا بڑا حصہ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اپنے مادر علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانہ کو ہدیہ کر دیا،اور ایک حصہ اب تک ان کے گھر میں دسنہ میں موجود ہے۔مولانا پروفیسر مصطفیٰ کریم ندوی نے ۲۷؍مئی ۱۹۹۸ءکو ۸۵ برس کی عمر میں شہر بہار شریف میں وفات پائی جہاں وہ اپنے اعزہ کے یہاں مقیم تھے،اور محلّہ محل پر مدفون ہوئے۔

مولانا کی شادی استھانواں کے ایک ملک خاندان میں ہوئی تھی،اخلاف میں چار لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں،سب کے سب اپنے والد کی عمدہ تربیت کا نمونہ ہیں،فرزندان گرامی مہتدی کریم،مزمل کریم ،احمد کریم اور عارف کریم عصری تعلیم میں مہارت وقابلیت کے ساتھ اپنے والد کی دینداری و پرہیز گاری کے پرتو ہیں،راقم کو ان کی تیسری صاحبزادی صالحہ خاتون مرحومہ کو بچپن میں بار بار دیکھنے کا موقع ملا ہے،اب تک ان کی دینداری کے ساتھ ان کے مطالعہ اور علمی ذوق کا نقش ذہن میں قائم ہے،ان کے بعد اس طرح کی کسی باذوق خاتون کا کوئی نمونہ نظر سے نہیں گذرا۔

بقیہ سیر الصالحین ....بڑے لوگوں کی سوانح کے لیے کاغذ باوزن لگایا گیا ہے،جس سے کا کتاب وزن جسمانی طور پر بھی خاصہ بڑھ گیا ہے، کتاب کے ناشر حضرت مولانا کے خلیفہ خاص ہیں، جنہیں ان کے حلقہ میں چھوٹے حضرت کہا جاتا ہے، جو مولانا سعید احمد مہتمم مدرسہ نور السلام تجوید القرآن سنگا چوری ضلع سیتا مڑھی ہیں، جملہ حقوق کتاب کے محفوظ ہیں، تین سو روپے ادا کر کے پٹنہ میں حکیم معین الدین قاسمی امام جامع مسجد کربگہیہ سے حاصل کی جاسکتی ہے، چاہیں تو جناب معظم حیدری مدیر اعلیٰ روزنامہ امین سے بھی مل لیں، وہاں سے بھی یہ کتاب مل سکتی ہے، کتاب کے سرورق پر سرنامہ کے طور پر درج یہ شعر بھی خوب ہے۔

اے نقش بند عالم نقشم چناں بہ بند — نقشم چناں بہ بند کہ گویند نقش بند

اکابر کے یہ تذکرے اور تصوف کے رموز ونکات معرفت الٰہی کے شاہ راہ ہے، جو چاہے اس کو پڑھ کر اللہ کا راستہ پکڑ لے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے نیکوکاروں کا تذکرہ کیا ہے اور اسے عبرت وموعظت کا سامان بتایا ہے، قرآن کریم کا یہ رخ اس قدر اہم ہے کہ اللہ رب العزت نے پوری کتاب قرآن حکیم کو تذکرہ سے تعبیر کیا ہے، ﴿ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا﴾ (یہ تذکرہ ہے جو چاہے اس کے ذریعہ اپنے رب کا راستہ پکڑ لے۔) کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر تک پہونچے اور اسے مجلس میں سنایا جائے، حضرت مولانا کے فیض عام وتام کی دعا پر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

بقیہ جانوروں کے حقوق اور ان کے احکام ....بیشک اللہ نے ہر چیز میں احسان کو فرض کیا ہے ،پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہئے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی چھری کو تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ جانور کو آرام پہونچائے۔

جانوروں کو کن انسانی مصالح کے لئے مارا جاسکتا ہے؟

انسانی مصالح کے درجات بھی مختلف ہیں، کوئی مصلحت ضرورت کے درجے میں آتی ہے، تو کوئی حاجت کے درجے میں ،کوئی تحسینات کے قبیل سے ہوتی ہے، تو کوئی اس سے بھی کم درجہ کی۔ اصولی طور پر ہر مصلحت کے لئے ہر مال کو استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ مال اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہے جس سے انسانی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں ،اور جس کے گرد انسانی زندگی گردش کرتی ہے؛ اس لئے مال کو ضائع کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

جانور بھی کئی قسم کے ہیں۔ کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام، حلال جانوروں میں گوشت مقصود ہوتا ہے، باقی چیزیں ثانوی درجے کی ہوتی ہیں اور وہ گوشت کے تابع ہوتی ہیں۔ حرام جانوروں کو جو قیمتی ہوں انہیں ہر مصلحت کے لئے مارا نہیں جاسکتا۔ اگر وہ مصلحت ضرورت یا حاجت کے درجے میں پہنچتی ہوں تو پھر انہیں مارنا جائز ہوگا، لیکن کسی ایسی مصلحت کی خاطر جو تحسینات کے درجہ کی ہوں انہیں مارنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، ہرن حلال جانور ہے جسے پکڑا اور شکار کیا جاتا ہے۔ اس میں اصل مقصود گوشت ہوتا ہے؛ لہذا اس کی سینگ اور کھال کے لئے اگر اسے ذبح کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسلئے کہ اس کا گوشت کھانے کے کام آئیگا۔ باقی سینگ اور کھال زینت کے طور پر استعمال ہوگا۔ ہاتھی قیمتی جانور ہے جو سواری وغیرہ کے کام آتا ہے۔ لیکن وہ حرام ہے اس لئے اس کے گوشت کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ البتہ اسکے دانت سے مختلف قسم کی دوائیاں بنائی جاتی ہیں، اس مقصد کے لئے اسے مارا جاسکتا ہے۔

انسانوں کے لیے مہلک یا ماحول کے لیے جانوروں کو مارنے کا حکم:

جو جانور انسان کے لئے موذی ہیں (مثلا سانپ، بچھو، شیر، چیتا وغیرہ) ان کی اذیت ومضرت سے بچنے کے لئے انہیں مارنا جائز ہے، مثلا سانپ کو مارنے کا حکم ہے: اقتلوا الحيات كلهم (ابوداؤد:۲/۱۲/۷۱۲) لیکن جس حد تک ماحولیات کو انسان موافق بنانے کے لئے ان کا وجود ضروری ہے اس حد تک ان کا باقی رکھنا ضروری ہے، اس سلسلے میں ماہرین کی رپورٹ معتبر ہوگی۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں شریعت اسلامی کی ہدایات:

قرآن وحدیث اور فقہاء کے اجتہادات میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں بہت سی ہدایات ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راستے میں چل رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اسے ایک کنواں ملا، اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے تر مٹی کھا رہا ہے ،اس نے کہا کہ اس کتے کو اس پیاس کی وجہ سے وہی مشقت لاحق ہے جو مجھے لاحق تھی چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے موزے کو پانی سے بھر کر اسے اپنے منھ سے پکڑ لیا، پھر اوپر آ کر کتے کو پلایا، اللہ تعالی نے اس کی اس کوشش کو قبول فرمالیا اور اس کی مغفرت فرمادی، صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ۔ ہمارے لے ان چوپایوں میں بھی اجر وثواب ہے تو آپ نے فرمایا ہر تر کلیجے والے جانور میں اجر ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، ۱/۳۴۵)

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بلی مرگئی، اس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوگئی، جب اس نے اسے باندھ کر رکھا تو نہ کھلایا پلایا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔ (مسلم ص ۴۰۹)

(۳) حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گذرے (تو دیکھا کہ بھوک پیاس کی شدت اور سواری اور بار برداری کی زیادتی سے) اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی آپ نے فرمایا: ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ایسی حالت میں سوار ہو کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور اچھی حالت میں چھوڑو، کہ تھکے نہ ہوں۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد: ۱/۳۴۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیا۔۔۔ پھر آپ کسی انصاری صحابی کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی انکھوں میں آنسو تھے، نبی کریم ﷺ نے اس کی کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پرسکون ہو گیا، پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ تو ایک انصاری نوجوان دوڑا ہوا آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ اونٹ میرا ہے، آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس چوپائے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنادیا ہے؟ یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے محنت ومشقت کا کام زیادہ لیتے ہو۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد ۱/۳۴۷)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا۔ (حوالہ سابق ۱/۳۴۵)

(۶) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرغ کو گالی نہ دو اس لئے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ (ابوداؤد: ۲/۶۹۶، باب فی الدیک والبہائم)

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور چھری کو تیز کرنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے کئی موت مارنا چاہتے ہو؟ (مستدرک حاکم، کتاب الذبائح حدیث نمبر ۷۵۷۰)

(۸) حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک جانور پر تین آدمی سوار ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۱/۲۱)

(۹) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا، اس کے بعد وہ چڑیا آئی اور اپنے بچے کی گرفتاری پر احتجاج کرنے لگی، جب نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے، آپ ﷺ جب چڑیا کو اس طرح بے تاب دیکھا تو فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑ کر مضطرب کر رکھا ہے، اس کے بچے اس کو واپس کردو (ابوداؤد: حدیث نمبر ۲۶۷۷)

(۱۰) اسی طرح جانور کے منھ کو داغنے یا منھ پر مارنے کی بھی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (ابوداؤد: ۱/۳۴۷)

اعلان مفقود الخبری

● **مقدمہ نمبر ۶۰/۱۷۰۵/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء بیگوسرائے) جہانہ خاتون بنت محمد محی الدین مقام چک حمید، پوسٹ وتھانہ بلھری، ضلع بیگوسرائے (مدعیہ) بنام: محمد عزیز ولد محمد ظہور مقام بریار پور، پوسٹ وتھانہ بلھری، ضلع بیگوسرائے (مدعا علیہ) **اطلاع بنام مدعاعلیہ:** مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے میں آپ کے خلاف ۱۷؍سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ پیشی مورخہ ۶؍جمادی الاخری ۳۹ھ مطابق ۲۲؍فروری ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹؍بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح ہو کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ اپنے ساتھ اپنا اور گواہان کے آدھار کارڈ یا ووٹر آئی کارڈ کی کاپی بھی لے کر آئیں۔ فقط: قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۲۴۹/۲۲۹۷۳/۳۸ھ** (متدائرہ مرکزی دارالقضاء پھلواری شریف، پٹنہ) رشیدہ خاتون بنت محمد ذاکر حسین مقام اختیار پور، ڈاکخانہ گرکھا، ضلع چھپرہ (مدعیہ) بنام: محمد شہزاد اختر ولد گل محمد مقام گوال پور، ڈاکخانہ آڑھا، ضلع چھپرہ (مدعا علیہ) **اطلاع بنام مدعاعلیہ:** مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں آپ کے خلاف ۱۷؍سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ پیشی مورخہ ۶؍جمادی الاخری ۳۹ھ مطابق ۲۲؍فروری ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹؍بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح ہو کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ اپنے ساتھ اپنا اور گواہان کے آدھار کارڈ یا ووٹر آئی کارڈ کی کاپی بھی لے کر آئیں۔ فقط: قاضی شریعت

جلد نمبر 66/56 شمارہ نمبر 4 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفیسٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEK ENDING 22/01/2018
فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280
Web. www.imaratshariah.com, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

جانور کے نام پر انساں ذبح ہونے لگے
آہ! اپنی بے بسی، ان کی جفاکاری بھی دیکھ
(مظہرالحسن مظہر)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

عدلیہ میں سیاسی نقب زنی

پروفیسر طاہر محمود، سابق چیرمین قومی اقلیتی کمیشن

گذشتہ ہفتے جمعہ کا مبارک دن ملکی عدلیہ کی تاریخ میں ایک بے نظیر دن ثابت ہوا، جس کے دوررس نتائج ملک کے مستقبل پر کئی طرح سے اثر انداز ہوسکتے ہیں، ملک کی عدالت عظمی میں چیف جسٹس کے بعد والے چار سینئر جج عدالت سے اچانک باہر نکلے، سب سے سینئر جج نے اپنی رہائش گاہ پر ایک پریس کانفرنس بلائی، عدالت کے انتظامی امور گذشتہ کئی ماہ سے غلط طریقے سے طے کئے جانے کی شکایت کی، دو ماہ قبل چیف جسٹس کو مشترکہ طور پر لکھا گیا ایک خط ریلیز کیا اور کہا کہ عدالت کے سب سے سینئر ججوں کی حیثیت سے ملک اور ادارے کے تئیں ہماری ذمہ داری ہے، ہم نے چیف جسٹس کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی کہ بہت سی چیزیں خلاف قاعدہ ہورہی ہیں، جس کے لیے انہیں انسدادی کارروائی کرنی چاہئے، مگر بدقسمتی سے ناکام رہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ عدالت کو اپنی طمانیت برقرار رکھنی چاہئے، آزاد عدلیہ کے بغیر جمہوریت باقی نہیں رہے گی، عوام کی عدالت میں پیش ہونے والے ان چار سینئر ججوں کا الزام ہے کہ چیف جسٹس کی طرف سے بعض خاص مقدمات کی سماعت کے لیے ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی پسند کے مخصوص جونیئر ججوں کی بینچ بنائی جارہی ہے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے بعض بڑے وکلا صاحبان نے علی الاعلان کہا کہ چیف جسٹس کے اس طرز عمل کے پیچھے حکومت وقت کی سیاسی ضرورتوں کی تکمیل کی درپردہ کوشش ہے، اس معاملہ سے متعلق پانچ ججوں میں سے دیپک مشرا ملک کے ایک سابق چیف جسٹس رنگا ناتھ مشرا کے (جن کے ساتھ ہمیں معروف کمیشن میں کئی سال کام کرنے کا موقعہ ملا) بھتیجے ہیں، گذشتہ اگست میں چیف جسٹس بنے تھے اور اس سال اکتوبر میں ریٹائر ہونے والے ہیں، جن ججوں نے ان کے خلاف کھلے عام لب کشائی کی ہے، ان میں جسٹس چیلمیشور سب سے سینئر ہیں جو اس سال جون میں سبکدوش ہورہے ہیں اور پھر رنجن گگوئی ہیں جو دس ماہ کے بعد ملک کے اگلے چیف جسٹس بن کر نومبر 2019 تک عہدے پر رہیں گے، جبکہ کورین جوزف اور مدن لوکر اسی سال نومبر دسمبر میں ریٹائر ہونے والے ہیں، ان کے اس طرح پریس کانفرنس کے ذریعے عوام کی عدالت میں پیش ہونے کا یہ بے نظیر واقعہ اخبارات اور ٹی وی چینلوں کا مرغوب موضوع بنا ہوا ہے، ٹی وی کی بحثوں میں بڑے بڑے قانون داں، صحافی اور سیاسی پارٹیوں کے نمائندے سبھی شریک ہورہے ہیں اور جتنے منہ اتنی باتیں۔

اگلے متوقع چیف جسٹس رنجن گگوئی نے حکومت کی ناگواری کا خطرہ تو مول لے ہی لیا ہے؛ اس لیے وہ اپنی باری آنے پر یہ عہدہ سنبھال سکیں گے یا نہیں، یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ سینئر ججوں سے ناخوش یا اپنے کارناموں کے لیے ان کی حمایت حاصل کرسکنے سے مایوس سابقہ کانگریسی حکومتوں نے انہیں بے تکلف پھلانگتے ہوئے کسی جونیئر جج کو چیف جسٹس بنانے کی نظریں تو قائم کرہی دی تھیں، 1964 کے اوائل میں جب سپریم کورٹ کے چھٹے چیف جسٹس بی پی سنہا ریٹائر ہونے والے تھے، اگلے سینئر جج سید جعفر امام کچھ عرصہ سے بیمار چل رہے تھے اور وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے خرابی صحت کے باعث ملکی کام کاج اپنے کابینی وزرا پر چھوڑا ہوا تھا، جنہوں نے جعفر امام سے ان کی مبینہ دماغی بیماری کی بنا پر استعفی لے کر اگلے سینئر جج پی بی گجندر گڈکر کو چیف جسٹس بنانے کا فیصلہ کیا، اس فیصلے کو منظور کرنے پر نہرو بڑے تذبذب میں تھے؛ کیوں کہ پاکستان کے چیف جسٹس اس وقت ایک غیر مسلم تھے اور اندیشہ تھا کہ سیکولر ہندوستان میں ایک مسلم جج کو چیف جسٹس نہ بنائے جانے پر وہاں اور دیگر ملکوں میں چہ میگوئیاں ہوں گی؛ لیکن بالآخر انہوں نے وہ فیصلہ بادل ناخواستہ منظور کرلیا، نو سال بعد ان کی بیٹی اندرا گاندھی نے وزیر اعظم کی حیثیت سے عدالت کے تین سینئر ججوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے چوتھے سینئر جج اے این رے کو نہ جانے کس خفیہ معاہدے کے ساتھ چیف جسٹس بنادیا اور انہوں نے عدالت کی ایک پانچ رکنی بینچ کی قیادت کرتے ہوئے ملک پر موصوفہ کی مسلط کی ہوئی ایمرجنسی کے دوران شہریوں کے تمام بنیادی حقوق معطل کئے جانے کے آئینی جواز پر مہر لگا کر ان کا قرض چکادیا، اس بینچ کے سب سے سینئر جج ہنس راج کھنہ نے اس فیصلے سے اختلاف کرکے ملک کا اگلا چیف جسٹس نہیں بنائے جانے کا خطرہ مول لیا، جس کے لیے ان کی دنیا بھر میں پذیرائی ہوئی، مگر رے کے ریٹائر ہونے پر محترمہ نے ان سے اگلے سینئر جج حمید اللہ بیگ کو جو کہ جعفر امام کے داماد تھے، چیف جسٹس بنادیا (برسوں پہلے ان کے مرحوم خسر کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی تلافی کے لیے نہیں؛ بلکہ اس لیے کہ وہ الہ آباد ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کو منسوخ کرکے محترمہ کی کرسی بچا چکے تھے) چنانچہ رنجن گگوئی انصاف کی خاطر چیف جسٹس کے عہدۂ جلیلہ سے محرومی کا خطرہ مول لینے والے پہلے جج نہیں ہیں اور اگر انہیں چیف جسٹس نہیں بنایا گیا تو اگلے دو سینئر جج مدن لوکر اور کورین جوزف بھی غالبا اس عہدے سے محروم رہیں گے؛ کیوں کہ لنگا ڈھانے والے گھر کے بھیدیوں میں وہ بھی شامل ہیں، تاہم اپنی حکمت عملی غیر معمولی سمجھ بوجھ اور زبردست دوراندیشی سے طے کرنے والی آج کی برسر اقتدار پارٹی اندرا جی کے تین سینئر ججوں کو اکٹھے کنارے لگانے کے احمقانہ فیصلے کو نظیر بنا کر ایسا کرے گی، یہ ذرا بعید از قیاس لگتا ہے۔

عدالت عظمی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو وہاں حکومت وقت کی خوشنودی کے کوشاں ججوں کی کمی نہیں رہی ہے، کیوں کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں، 1992 میں قائم ہونے والے قومی حقوق انسانی کمیشن کا سربراہ کوئی سابق چیف جسٹس ہی ہوسکتا ہے؛ اس لیے وہ جنت ارضی آج یا کل چیف جسٹس بننے والے ہر جج کے خوابوں میں رہ کر عدلیہ کی آزادی کو متاثر کرتی رہی ہے، ماضی کی کانگریسی حکومت نے سبکدوس سابق چیف جسٹس رنگا ناتھ مشرا کو کمیشن کا پہلا صدر بنایا، جن پر بدعنوانی کے کئی الزامات لگے (جن کی صداقت کا علم تو خدا ہی کو ہوگا، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے) ان کے بعد کمیشن کے صدر چیف جسٹس وینکٹ چلتیا بنائے گئے، جنہوں نے بابری مسجد کی تباہی کے لیے جانیوالے اجودھیا کی طرف رواں دواں کارسیوکوں کی پیش رفت پر روک لگانے سے اسے ان کا مذہبی حق بتاتے ہوئے ان کارسیوکوں اور جب یوپی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ (جو آج راجستھان کے گورنر بنے بیٹھے ہیں) مسجد کی حفاظت کے لیے عدالت کو دیئے گئے حلف نامے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کی زمین بوسی کے خاموش تماشائی بنے رہے تو انہیں توہین عدالت کے جرم میں ایک دن کی علامتی سزا سنائی، انسانی حقوق کمیشن میں ان کے دور صدارت میں اس کے اراکین میں قومی اقلیتی کمیشن کے چیرمین کی حیثیت سے ہم بھی بہ اعتبار عہدہ شامل تھے؛ اس لیے ان کی وہاں غیر مؤثر کارکردگی کے ہم چشم دید گواہ ہیں، جب وہ کمیشن سے فارغ ہوئے تو ملک کا سیاسی نقشہ بدل چکا تھا، بی جے پی کی قیادت والی نئی حکومت نے آئین ہند پر نظر ثانی کے لیے ایک کمیشن بنا کے انہیں اس کا سربراہ بنادیا اور انسانی حقوق کمیشن کی صدارت جسٹس جے ایس ورما کو عطا کی، جنہوں نے اپنے کئی فیصلوں میں ہندوتو کو ملک کی ثقافت بتا کر اس فلسفے کے دعویداروں کی باچھیں کھلادی تھیں، کمیشن کے اراکین میں بھی ایک پوسٹ سپریم کورٹ کے ریٹائر ججوں کے لیے رزرو ہے؛ اس لیے چیف جسٹس کی کرسی تک نہ پہنچنے والے ججوں کے لیے بھی موقعے نکلتے رہتے ہیں۔ یہ سنہرے مواقع تو کانگریس پارٹی کی پیدا کردہ ہیں، مئی 2014 میں جب مرکز میں موجودہ حکومت قائم ہوئی تو اس نے تازہ ریٹائر ہونے والے چیف جسٹس پلانی ستھاستم کو ریاست کیرالا کا گورنر بنا کر چیف جسٹس ہی نہیں، سبھی جج صاحبان کے سامنے ایک کہکشاں بچھادی؛ کیوں کہ انسانی حقوق کمیشن میں تو ان کے لیے دو ہی عہدے ہوسکتے ہیں، جن کے لیے پتہ نہیں قرعہ کس کے نام نکلے، مگر ریاستیں ملک میں ماشاء اللہ 29 ہیں۔ ویسے عدالت عظمیٰ کے ججوں کو ریاستی راج نواسوں تک پہنچانے کی روایت بھی ماضی کی ایک کانگریسی حکومت نے ہی اس کی پہلی خاتون جج فاطمہ بیوی کو انسانی حقوق کمیشن کی چند ماہ کی رکنیت کے راستے تامل ناڈو کا گورنر بنا کر قائم کی تھی۔

آئین ہند میں ریاستی حکمت عمل کے رہنما اصول دیئے گئے ہیں، جن میں عدلیہ کی حکومت کی آزادی کا اصول بھی ہے (دفعہ:50) جسے ذیلی عدالتوں کے لیے ہدایت مانا جاتا ہے، اعلیٰ عدالتوں کے لیے اس کی کوئی بات نہیں کرتا، اگرچہ اس سطح پر اس اصول کی پابندی کہیں زیادہ ضروری ہے، ہماری رائے ہمیشہ یہی رہی ہے کہ جس کا ہم بہ بانگ دہل اظہار کرتے ہیں کہ اگر عدالت عظمی کو حکومت مکمل طور پر آزاد رکھنا ہے تو چیف جسٹس سمیت سپریم کورٹ کے کسی بھی جج کو عدالت سے ریٹائر ہونے کے بعد کوئی عہدہ نہیں ملنا چاہئے، ہماری عدالت عظمی نے جو ہمیشہ ہی ہر طرح کے معاملات میں اپنی اتم فاعلیت کا مظاہرہ کرتی رہی ہے، اس اہم قومی ضرورت پر کبھی دھیان نہیں دیا، ماضی میں 11 اور 13 ججوں کی بینچ بنائی گئی ہے، کیوں کہ ایسی ہی بینچ بنا کر؛ بلکہ سارے جج ساتھ بیٹھ کر فیصلہ کردیتے ہیں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد انہیں کسی بھی عہدے کی پیش کش غیر آئینی اور کالعدم مانی جائے گی، جب تک ایسا نہیں ہوگا، عدلیہ میں سیاست کی پس پشت نقب زنی بدستور جاری رہے گی۔